مودودی صاحب
اکابرِ اُمّت کی نظر میں

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

پسند فرمودہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ العزیز

ناشر

کتب خانہ مظہری
گلشنِ اقبال ۲ کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

کی بتیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی نفی کی جا سکتی ہے اور نہ اثبات۔ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۲۰۴)

بیماری نمبر ۷ — پیغمبروں کی شان میں گستاخی

(۱) اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں۔ (تفہیمات جلد ۱ ص ۱۷۴) — (۲) رسول اللہ نہ فوق البشر ہے، نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر، کسی جاہل نے کہا ہے وہ فوق البشر ہے۔ (ترجمان القرآن بابت اپریل ۱۹۷۶ء جلد ۸۵)

بیماری نمبر ۸ — متعہ یعنی زنا کا جواز

ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے اور ایک مرد و عورت بچ جاتے ہیں، وہ دونوں جنگل میں ہیں، کوئی آبادی نہیں ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں، خود ہی ایجاب و قبول کر لیں، ایسی اضطراری حالت میں متعہ جائز ہے اور متعہ ایسی قسم کی اضطراری حالتوں کے لیے ہے۔ (ترجمان القرآن بابت اگست ۱۹۵۵ء جلد ۴۴ عدد ۶)

بیماری نمبر ۹ — سینما کا جواز

میں کئی مرتبہ خیال ظاہر کر چکا ہوں کہ سینما بجائے خود جائز ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ دوم ص ۲۵۹)

بیماری نمبر ۱۰ — بدری صحابہ میں حرص و طمع کی دریافت

اُحد کی شکست کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمان مال کی طمع سے مغلوب ہو گئے اور مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ (جلد اول ص ۲۸۲)

بیماری نمبر ۱۱ — اُحد کی شکست کے اسباب، سود اور خود غرضی

سود دینے والوں میں حرص و طمع، بخل اور خود غرضی، نفرت، غصہ اور بغض و حسد پایا جاتا ہے، چنانچہ اُحد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔ (جلد ا ص ۲۸۸)

مودودی صاحب کے لٹریچر میں سے بطور نمونہ چند خطرناک قسم کی بیماریاں ہم نے ذکر کی ہیں، اب فیصلہ ناظرین نے کرنا ہے کہ موصوف کون تھے اور پاکستان میں کونسا اسلام نافذ کرنا چاہتے تھے؟

سیف اللہ اکرم فاضل دار العلوم کراچی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امّا بعد! احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر سے بعض احباب جماعت اسلامی کی قومی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے سوال کرتے تھے کہ اس امر میں اکابرِ اُمت کی کیا رائے ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے؟ امت کی اس پریشانی اور تردد کو حل کرنے کے لیے دل میں ہی تقاضا ہوا کہ اکابرِ اُمت جو علم دین کے مستند ماہرین ہیں اور اُمت کے سوادِ اعظم نے ان کی حیات میں اور بعد الممات بھی ان کے آراء و فتویٰ پر اعتماد کیا ہے، اُن کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیا جائے تاکہ ہر سائل یا متردد اور طالبِ حق کو اپنے لیے اس جماعت کے ساتھ الحاق یا تعاون یا اس کے صراطِ مستقیم پر ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرنا آسان ہو جاوے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہٗ (مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی) نے اس رسالہ کا نام "اکابر امت اور مودودی صاحب" تجویز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو اپنی رحمت سے امت کے لیے نافع و ہادی فرمائیں اور قبول فرمائیں، آمین

العارض

(مولانا حکیم) محمد اختر عفا اللہ عنہ

تقریظ

از

علامہ عصر محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی وصدر وفاق المدارس عربیہ و

امیر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

گرامی منقاتر برادر محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب زیدت معالیہم کا مرتب کردہ رسالہ "اکابر امت اور مودودی صاحب" دیکھا، دل خوش ہوا، اس لیے کہ اس پُرآشوب دور میں سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ایمان کے زوال کا خطرہ پیدا ہو اور سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس قسم کے فتنوں سے بچنے کی کوشش ہو۔

مودودی صاحب کے رسائل و مقالات و تالیفات میں ایسے خطرناک مواد اور خطرناک تعبیرات موجود ہیں جن سے جدید نسل جو باقاعدہ علوم دین سے ناواقف ہیں وہ گمراہی و ضلالت ہی نہیں کفر صریح میں مبتلا ہو جائیں گے، عصر حاضر کے اکابرین امت کی رائے امت کے سامنے پیش کرنے سے ایک اہم فریضہ پورا ہو جاتا ہے، اکثر اکابر کی رائے اس وقت کی ہے جبکہ مودودی صاحب کی تفسیر "تفہیم القرآن" اور "خلافت و ملوکیت" جیسی کتابیں وجود میں نہیں آئی تھیں، لیکن ابتدائی دور میں چند ہی مقالات و تالیفات سے اپنی نور ایمانی اور فراست ایمانی سے فتنے کے عواقب کو تاڑ گئے اور اگر بعد کی چیزیں سامنے آجاتیں تو شاید زیادہ صراحت کے ساتھ

اور شدت کے ساتھ کچھ فرماتے۔۔۔ بہرحال یہ "مجموعۂ آراء اکابر" وقت کا اہم تقاضا تھا جو موصوف نے ادا کیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور امت کو ہر زیغ و ضلال سے نجات عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔۔۔ اور آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مودودی صاحب کو یہ توفیق نصیب فرمائے کہ صاف صاف ان ضلالات سے توبہ کر کے اعلانِ حق کریں اور اپنے قلم سے اس رجوع کا اعلان کریں تاکہ اس کا خاتمہ بھی بالخیر ہو اور آئندہ نسل بھی ان کی تالیفات سے مزید گمراہی میں مبتلا نہ ہو، اور حدیثِ نبوی "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ" کے وبالِ عظیم اور خسرانِ عظیم سے بچائے اور تواصی بالحق کا یہی تقاضا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۹۶ھ

۷ / اگست ۱۹۷۶ء

رائے عالی حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(بحوالہ ترجمان اسلام لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۵۷ء)

حضرت مولانا حماد اللہ صاحب رحؒ قادری سجادہ نشین ہالے جی شریف ضلع سکھر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحؒ کو کسی نے مودودی کا رسالہ ترجمان القرآن دے دیا آپ نے چند سطریں پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ باتوں کو نجاست میں ملا کر کہتا ہے، اہل باطل کی باتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں، یہ فرمایا اور رسالہ بند کر کے رکھ دیا، اور خاتمۃ السوانح ص ۱۴۴ میں تحریر ہے کہ حضرت تھانوی رحؒ نے فرمایا کہ میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔

رائے عالی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کے متعلق کسی سائل کے جواب میں فرمایا کہ یہ جماعت گمراہ جماعت ہے، اس کے عقائد اہل سنت والجماعت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنا اور تعاون کرنا درست نہیں ہے۔ اس جماعت کی کوشش اس اسلام کے لیے نہیں جو کہ حقیقی ہے بلکہ ایک نام نہاد مودودی صاحب کے اختراعی اور نئے اسلام کے لیے ہے۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اپنا ہمدم بنانے کے لیے اسلام اور دین کا نام لیتے ہیں، ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلی اور دیندار ہیں، ان کے رسالوں اور کتابوں میں دینی پیرائے میں وہ بددینی اور الحاد کی باتیں مندرج ہیں جن کو ناواقف اور ظاہر بین انسان سمجھ

نہیں سکتے اور بالآخر اس اسلام سے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور امت محمدیہ جس پر ساڑھے تیرہ سو برس سے عمل پیرا رہی ہے بالکل علیٰحدہ اور بیزار ہو جاتا ہے۔

آپ حضرات سے امیدوار ہوں کہ اس فتنے سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے سکوت اور غفلت اور چشم پوشی کو روا نہ رکھیں گے بلکہ حسب ارشاد ؎

درختے کہ اکنوں گرفت است پائے
بہ نیروے شخصے بر آید ز جائے

پوری جدوجہد کام میں لائیں گے۔

حسین احمد غفرلہ

۲۱ رجمادی الثانی ۱۳۷۰ھ دارالعلوم دیوبند

رائے عالی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(مکتوب ہدایت ص۱۲ مطبوعہ کتبخانہ اعزازیہ دیوبند)

مودودی جماعت کے افسر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں، اگرچہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے تاہم دینی رجحان ضعیف ہے، اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں بڑے بڑے علمائے اعلام بلکہ صحابہؓ کرامؓ پر بھی اعتراضات ہیں، اس لیے مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہیئے اور ان سے میل جول، ربط و اتحاد نہ رکھنا چاہیئے، ان کے مضامین بظاہر دلکش اور

اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں وہ باتیں دل میں بیٹھتی چلی جاتی ہیں جو طبیعت کو آزاد کر دیتی ہیں اور بزرگانِ اسلام سے بدظن کر دیتی ہیں۔

(مفتی) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ ــــــ دہلی

مودودی جماعت اور اس کے لٹریچر کے متعلق حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا صاحب کاندہلوی رحمۃ اللہ کا

۲۰ سال قبل ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کا تحریر کردہ خط

(بنام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ناظم مجلس اشاعۃ الحق - کراچی)

مکرم و محترم حکیم صاحب زادت منا رکم

بعد سلام مسنون گرامی نامہ پہنچا جس میں اس ناکارہ کا خیال مودودی جماعت اور اس کے لٹریچر کے متعلق دریافت فرمایا گیا ہے اس سے تعجب ہوا، اس ناکارہ کا اختلاف تو ہند و پاکستان میں اظہر من الشمس ہے، ۱۴ اگست ۱۹۵۱ء کو جو اکابر علمائے جمعیت اور اکابر علمائے دیوبند و مظاہر العلوم کا متفقہ فیصلہ شائع ہوا تھا اس پر ہمارے بھی دستخط ہیں اور وہ مضمون یہ ہے:۔

"مودودی جماعت اور جماعت کے لٹریچر سے عام لوگوں پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لیے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے، جو حضرات اس کو معمولی سمجھتے ہیں ان کو غالباً جماعت کے افراد سے اختلاط کی نوبت نہیں آتی

جس سے ان کو مضرتوں کا اندازہ نہیں ہوتا،" ——— بہر حال یہ ناکارہ اس جماعت میں شرکت یا ان کے لٹریچر کے پڑھنے کو مسلمانوں کے لیے انتہائی مضر سمجھتا ہے۔

فقط والسلام

محمد زکریا مظاہر العلوم سہارنپور ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

(تنبیہ) اصل مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث صاحب کا مجلس اشاعۃ الحق ناظم آباد کراچی میں محفوظ ہے۔

رائے عالی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

صدر جمعیۃ علمائے پاکستان ڈھاکہ ۲۱ رجب ۱۳۷۳ھ / ۴ اپریل ۱۹۵۰ء

کراچی سے ایک صاحب نے حسب ذیل استفتاء مولانا ظفر احمد عثمانی رح کے پاس بھیجا، یہ بتلائے بغیر کہ یہ عبارات کس کی ہیں۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے عقائد خود اس کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لے کر اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسے بھی ہیں جن میں تغیرِ حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے، جو حالات عہدِ رسالت کے ہوں اور عہدِ صحابہؓ

میں عرب کے اور دنیائے اسلام کے تھے، لازم نہیں کہ بعینہٖ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں لہٰذا احکامِ اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کر لی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا ردّو بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو روحِ اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں، پس معلوم ہوا کہ جزئیات میں دلالت النص اور اشارۃ النص تو درکنار صراحۃ النص کی پیروی بھی تفقہ کے بغیر درست نہیں ہوتی اور تفقہ کا اقتضاء یہ ہے کہ انسان ہر مسئلہ میں شارع کے مقاصد اور مصالح پر نظر رکھے اور اسی لحاظ سے جزئیات میں تغیرِ احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے جو شارع کے اصولِ تشریع سے قریب ہو۔ یعنی اور اس کے طرزِ عمل سے اقرب ہو۔

۲۔ اہلِ روایت نے جو خدمت اپنے ذمے لی تھی وہ دراصل یہ تھی کہ قابلِ اعتماد ذرائع سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے متعلق جتنا مواد ان کو بہم پہنچے اس سے جمع کر دیں، چنانچہ یہ خدمت انہوں نے انجام دی۔ اس کے بعد یہ کام اہلِ درایت کا ہے کہ وہ نفسِ مضامین پر غور کر کے ان روایات سے کام کی باتیں اخذ کریں اس لیے یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کرنا چاہیئے، اس سلسلے میں یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفسِ مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابلِ قبول ہو۔

۳۔ سنت کے متعلق عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سنت ہے لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک درست ہونے

کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے اور اصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جسکے سکھانے اور جاری رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث کیا تھا اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبیؐ کے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا اختیار کیے جو امور آپؐ نے عادتاً کیے ہیں انہیں سنت بنا دینا اور تمام دنیا کے انسانوں سے مطالبہ کرنا کہ وہ سب ان عادات کو اختیار کریں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا ہرگز یہ منشا نہ تھا، یہ تحریف ہے جو دین میں کی جا رہی ہے ۔

۴ درجال کے متعلق تفاصیل جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے)

ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے منقول ہیں وہ دراصل آپؐ کے قیاسیات ہیں جن کے بارے میں آپؐ خود شک میں تھے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ ۱۔ مذکورہ بالا اعتقادر کھنے والا شخص صحیح معنوں میں مسلمان اور متبع سنت کہلائے گا یا منکر احادیث؟ ۲۔ اگر منکر احادیث کہلائے گا تو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے؟ ۳۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج اور ملحد بددین ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ۱۔ بظاہر یہ شخص منکر احادیث ہے ۲۔ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں مگر گمراہ اور مبتدع ہے ۳۔ ایسے شخص سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیئے اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے اس کو جاہل اجہل سمجھنا چاہیئے۔

دستخط:۔ ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ ۲۱ ر رجب ۱۳۷۲ ھ

عباراتِ بالا جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی

جو عادت ہے وہ سنت ہے جو حضور اپنا ہے وہ سنت نبی (عام)

حوالے حسب ذیل ہیں :-

۱۔ تفہیمات حصہ دوم ص۳۲۷، ص۳۲۸

۲۔ ترجمان القرآن بابت اکتوبر، نومبر ۱۹۵۲ء ص۱۱۳، ص۱۱۷

۳۔ رسائل و مسائل ص۱۳۱، ص۱۳۱

۴۔ رسائل و مسائل خلاصہ ص۵۶، ص۵۷

دائے عالی مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مودودیت کی تحریک تاریخ اور سنت کی روشنی میں

(مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا ایک مکتوب)

مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے مولانا عبد الجبار ابوہری کے استفسار کے جواب میں تحریر کیا تھا۔

نحمدہ ونصلی ۔ حضرت المحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا، یاد آوری کا ممنون ہوں، مودودی صاحب کی جماعت کے بعض ذمہ دار حضرات نے مجھے ان کا لٹریچر بھی محض اس غرض سے عنایت فرمایا ہے کہ میں ان کی تحریک حکومت الٰہیہ کے بارے میں بصیرت سے کوئی خیال ظاہر کر سکوں، ماضی قریب میں ممدوح الصدر کا یاد دہانی کا والا بھی آیا جس میں رائے دینے کے بارے میں تذکیر کی گئی تھی، قلت فرصت اور کثرت مشاغل کے سبب ابھی تک ان کے پاس رائے کی تحریر ارسال نہیں کر سکا ہوں جس کا افسوس ہے موصوف منتظر ہوں گے۔ اسی دوران میں جناب کا والا نامہ صادر ہوا جو مزید تذکیر کا باعث ہوا اس لیے تحریک مذکورہ کے بارے

میں یادداشت قلمبند کی جسے ان کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں وہی مضمون جنا
خدمت میں بھی بھیج دیتا ہوں، میں نے اس تحریک کے لٹریچر کا بنیادی حصہ او
ٹریکٹ اور پمفلٹ بالاستیعاب دیکھے، جہاں تک نفس تحریک حکومت الٰہیہ او
نصب العین کا تعلق ہے مجھے اس میں کوئی چیز خلاف شریعت محسوس نہیں ہوئی
رنگ میں یہ ایک اچھی اور مفید تحریک ہے، اگر اس کے اصلی اور صحیح رنگ میں
آگے بڑھایا جائے۔

مودودی صاحب کی فقہ و تصوف میں کوتاہ

البتہ اس سلسلے میں جہاں تک مودودی صاحب کی فقہ و تصوف میں رائے
دخل دینے کا تعلق ہے مجھے اس سے شدید اختلاف ہے، میں ان کی تحریرات ا
استدلال نیز نوعیت معلومات سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نہ انہیں دونوں فنو
مناسبت ہے اور نہ وہ ان میں مستند معلوم ہوتے ہیں، اس بارے میں ان
غیر صاحب فن اور غیر بصیر کے عقلی استنباط سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتی جو ظاہر
حذاق فن اور علمی ماہرین کے سامنے کسی درجہ میں قابل التفات نہیں ہو سکتی، موصوف
اصول پر جبکہ مستند علماء ماہرین دین حتیٰ کہ سلف صالحین کا اجتہادی استنباط اور فہم نہ
کسی درجہ میں بھی قابل اعتبار نہیں تو ان کے اصول پر خود ان کا استنباط یا فہم نصوص
کے لیے کیسے قابل قبول اور لائق اعتنا ہو سکتا ہے، نص کے الفاظ میں تو بحث
نہیں، کلام تو مدلول میں ہے اور مدلول کی تعیین میں فہم کا دخل ہے اور وہی حجت نہیں
ان کے فہم یا استدلال سے کسی فہم کو کیسے تسکین ہو سکتی ہے، اس لیے فقہ اور تصوف

جس حد تک ان کے استدلال یا استنباط یا بیان مفہوم کا تعلق ہے نہ وہ حجت ہے، نہ قابل التفات۔ سلف وخلف کے فہم و استنباط کا جب مقابلہ ہوگا تو موصوف تو خلف جیسے قریب العہد افراد کے مفہوم و استدلال کو معتبر کہیں گے اور ہمارے نزدیک قضیہ برعکس ہوگا۔

مودودی صاحب کے فقہی قیاسات غیر معتبر ہیں

اس لیے فقہ اور تصوف کے بارے میں ان کی پیش کردہ آراء و قیاسات فنی حیثیت سے ولیت کا کوئی مقام نہیں رکھتے، بنابریں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کی مزعومہ جزئیات فقہ یا مسائل تصوف وغیرہ پر کوئی تنقید کی جائے اور اس کا حکم معلوم کیا جائے، ل مذکورہ بالا معیار سے ان کی ساری جزئیات کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ رہا اصلی فقہ و تصوف! و میں سمجھتا ہوں کہ ان فنون کو ساقط الاعتبار ٹھہرا کر خود اس تحریک حکومت الٰہیہ کو چلایا جا سکتا ہے اور نہ قابل اعتبار ہی باور کرایا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ کی حکومت لم آفاق میں تو اس حد تک ظاہر و شاہد ہے کہ اس کے منوانے کے لیے کسی رسمی ریک کے اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

مودودی صاحب اور حکومت الٰہیہ
ایک سیاسی نعرہ

تحریک کی اگر ضرورت ہے تو انفس کے لیے ہی ہو سکتی ہے کہ انسانوں کے ہر و باطن پر خدائی حکومت کا سکہ مسلط ہو جائے اور اعمال ظاہر و باطن کے لحاظ بالارادہ قانون الٰہی کا ظہور کہلائے گی اور ظاہر ہے کہ الٰہی حکومت کے احکام ظاہر

کے مجموعہ کا اصطلاحی نام فقہ اور احکام باطن کے مجموعہ کا اصطلاحی نام تصوف ہے جن کی بنیادیں قرآن وحدیث نے قائم کی ہوئی ہیں، جب ان دونوں کے انکار یا تحریف سے ظاہر و باطن کھلا کر رہ گئے تو حکومت الٰہیہ کا سدِباب تو پہلے ہی ہو گیا، پھر حکومتِ الٰہیہ کے نام سے ان نفوس پر آخر تسلط کس چیز کا ہو گا جس کی تحریک کی جائے ؂

پیکے بر سرِ شاخ و بن می برید

اس صورت میں حکومتِ الٰہیہ کا عنوان نصب العین نہ ہو گا بلکہ محض ایک سیاسی نعرہ رہ جائے گا جو خود اپنے مفہوم کی تکذیب کرتا رہے، اگر خدا نخواستہ یہی صورت رہی تو میرا گمان یہ ہے کہ اس کا انجام انہی تحریکوں جیسا ہو گا جو اپنے اپنے وقت میں کسی نہ کسی اسلامی نعرہ کے ساتھ اٹھیں اور انجام کار کسی نہ کسی غیر اصلاحی مقصد یا اسلامی مقصد کے خلاف پر منتج ہو گئیں، خوارج نے سب سے پہلے حکومتِ الٰہیہ کا اسلامی نعرہ لگایا لیکن اس کے نتیجہ سے فتنۂ عقائد اور فتنۂ صحابہؓ کے غیر اسلامی مقاصد نکل آئے، یا آج کے دور میں مثلاً سرسید نے تعلیم و ترقی کا نعرہ لگایا مگر اس کے نتیجہ میں انکار خوارق و معجزات اور فتنۂ عقائد نکل آیا، مشرقی نے قومی عسکریت اور تنظیم کا نعرہ لگایا اور اس کے نتیجہ سے نکلے آیا مولوی کا غلط مذہب۔ غرض ان تمام تحریکوں کا عنوان اور نعرہ اسلامی تھا اور اس کے نتیجہ میں مقاصد غیر اسلامی! نتیجہ یہ ہوا کہ ناسمجھ عنوان کی خوشنمائی سے مبتلا ہوئے اور سمجھدار حقیقت کو سمجھ کر پیچھے رہے اور اس طرح تفریق ہو کر مسلمانوں کے بہت سے افراد ان سے کٹ بھی گئے اور ان کے مدمقابل بھی آکھڑے ہوئے اور فتنۂ تخریب و اختلاف نے امت کو گھیر لیا۔ اگر تحریکِ حکومتِ الٰہی کے پاکیزہ عنوان کے نتیجہ سے فقہ و تصوف کا انکار، اکابر امت کی تحمیق وغیرہ برآمد ہوتی رہیں تو عین تفریقِ امت پر مذکورہ تحریکات منتج ہوئیں اسی

یہ تحریک بھی منتج ہوگی۔ بہر حال میں تو سمجھ رہا ہوں کہ اگر مولانا مودودی ایک سیاسی مفکر کی حیثیت سے اپنی سیاست کو مسلمانوں کے سامنے تعمیری رنگ میں پیش فرماتے رہیں اور غیر دینی سیاستوں کی تنقید کر کے مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھنے کی اور اللہ کی حکومت سے وابستہ رکھنے کی کوشش میں لگے رہیں تو ان کی تحریک مفید اور کامیاب ہو جائے گی لیکن اگر وہ مفتی یا شیخ ناقد کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے آئیں گے تو مسلمان انہیں قبول نہ کریں گے اور اس کا نتیجہ تحریک میں اضمحلال یا مضر ہونے کی صورت میں برآمد ہوگا اور اس طرح ایک اچھی خاصی اسلامی سکیم ضائع ہو جائے گی۔ یہ حاصل ہے اس مفہوم کا جو میں نے مولانا مودودی کے لٹریچر کے مطالعہ سے سمجھا ہے۔ رائے اہل الرائے کی ہوتی ہے، اور حضرات علماء ہی کے افادات اس کے بارے میں مفید و مقبول ہونے چاہئیں لیکن جب کہ خصوصیت سے اس بارے میں جناب اور دوسرے حضرات نے مجھے قابل خطاب سمجھا تو جو فہم و خیال میں آیا عرض کر دیا گیا ہے امید ہے کہ مزاج سامی بخیر و عافیت ہوگا۔

والسلام

(قاری) محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

رائے عالی حضرۃ مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ لوگ جماعت اسلامی سے اجتناب اور دوری اختیار کریں اس میں شرکت زہر قاتل ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ لوگوں کو اس جماعت میں شرکت سے روکیں تاکہ گمراہ نہ ہوں اور اس جماعت کا ضرر اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہے، پس تسامح اور سستی اور غفلت جائز نہیں اور ہر وہ شخص جو اس جماعت

طرف لوگوں کو دعوت دے گا یا اس کی تائید کرے گا یا کسی قسم کی اعانت کرے گا تو گنہگار اور عاصی ہوگا اور معصیت کی طرف دعوت دینے والا شمار ہوگا، بجائے اس کے کہ وہ ثواب کا متوقع رہے، اور اس جماعت کا کوئی آدمی اگر امامت کرے گا کسی مسجد میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

سید مہدی حسن

رئیس دارالافتاء دیوبند ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ

بحوالہ "رسالہ عربیہ" الاستاذ المودودی ص ..... مصنفہ محدث کبیر علامۃ العصر مولانا محمد یوسف بنوری ؒ، موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

رائے عالی حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان۔ صدر دارالعلوم کراچی

سوال: بگرامی خدمت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گزارش آنکہ جیسا کہ حضرت والا کو معلوم ہے کہ احقر کو دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں افتاء کی خدمت انجام دینی پڑتی ہے۔ طرح طرح کے سوالات میں اکثر یہ سوال بھی آتا ہے کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت جمہور اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر ہے یا نہیں؟ اور مذاہب اربعہ میں سے ان کا کس مذہب سے تعلق ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے رجحانات سلف صالحین کے خلاف ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ بعض لوگ آپ کی کسی سابقہ تحریر کی بناء پر آپ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آپ ان کے

نظریات سے اتفاق رکھتے ہیں، اس کی کیا اصل ہے؟

والسلام

احقر محمد وجیہہ، از دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (سندھ)

الجواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے بارے میں میرے پاس سالہا سال سے سوالات آتے رہتے ہیں جن کا جواب میں اس وقت کے حالات اور ان کے بارے میں اپنی اس وقت کی معلومات کے مطابق لکھتا رہا ہوں، ان میں سے بعض تحریریں شائع بھی ہوئی ہیں اور بعض نجی مکاتیب کے جواب میں لکھی گئی ہیں، اس وقت ان تمام تحریروں کو سامنے رکھنا ممکن نہیں، البتہ اس عرصے میں احقر کو کچھ ان کی مزید تحریرات کے مطالعے کا موقعہ ملا، کچھ ان کی نئی تالیفات سامنے آئیں اور کچھ ان کے لٹریچر عام کے اثرات اور ان کی جماعت کے حالات کو مزید دیکھنے کا موقعہ ملا، اس مجموعے سے اب ان کے بارے میں جو میری رائے ہے وہ بے کم و کاست ذیل میں لکھ رہا ہوں:۔

میری سابقہ تحریرات اگر اس تازہ تحریر کے موافق ہوں تو فبہا اور اگر سابقہ تحریرات میں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ سمجھا جائے اور اب میری رائے کے حوالے کے لیے صرف ذیل کی تحریر پر اعتماد کیا جائے۔

احقر کے نزدیک مودودی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام میں

ے کاش اس کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف مودودی صاحب سے خطاب فرماتے ایسے شخص کے لیے لفظ مولانا تحریر فرماتے جس کے لیے خود تحریر فرمایا ہے کہ اس شخص نے صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں۔

ذاتی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں، خواہ اُن کا اجتہاد جمہور علمائے سلف کے خلاف ہو، حالاً
احقر کے نزدیک منصبِ اجتہاد کے شرائط ان میں موجود نہیں، اس بنیادی غلطی کی بنا پر ا
کے لٹریچر میں بہت سی باتیں غلط اور جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہیں۔

صحابۂ کرامؓ پر مودودی صاحب کی انتہائی غلط تنقیدی روش

اس کے علاوہ انہوں نے اپنی تحریروں میں علمائے سلف یہاں تک کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ انتہائی غلط ہے، خاص طور سے "خلافت و ملوکیت" میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح صرف تنقید ہی نہیں بلکہ ملامت کا بھی ہدف بنایا گیا ہے اور اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے توجہ دلانے کے باوجود اصرار کی جو روش اختیار کی گئی ہے وہ جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کے طرز کے بالکل خلاف ہے۔ نیز ان کے عام لٹریچر کا مجموعی اثر بھی اس کے پڑھنے والوں پر بکثرت یہ محسوس ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر مطلوب اعتماد نہیں رہا اور ہمارے نزدیک یہ اعتماد ہی دین کی حفاظت کا بڑا انحصار ہے، اس سے نکل جانے کے بعد پوری نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ بھی انسان نہایت غلط اور گمراہ کن راستوں پر پڑ سکتا ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ ان کو منکرینِ حدیث، قادیانیوں یا اباحیت پسند لوگوں کی صف میں کھڑا کرنا بھی میرے لیے درست نہیں جنہوں نے سود، شراب، قمار اور اسلام کے کھلے محرمات کو حلال کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریفات کی ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کی تردید میں ان کی تحریریں ایک خاص سطح کے نوتعلیمیافتہ حلقوں میں مؤثر اور مفید بھی ثابت ہوئی ہیں، یہ بات میں ہمیشہ سے کہتا آیا ہوں، لیکن

اگر کوئی شخص میری اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہے کہ میں مودودی صاحب کے اُن نظریات سے متفق نہیں ہوں جو انہوں نے جمہور علماء اہل سنت کے خلاف اختیار کیے ہیں تو یہ بالکل غلط اور خلافِ واقعہ بات ہے ۔

اگرچہ جماعت کے قانون میں مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں اور اصولاً جو بات مودودی صاحب کے بارے میں درست ہو، ضروری نہیں کہ وہ جماعت اسلامی کے بارے میں بھی درست ہو، لیکن عملی طور سے جماعتِ اسلامی نے مولانا مودودی صاحب کے لٹریچر کو نہ صرف جماعت کا علمی سرمایہ اور اپنے عمل کا محور بنایا ہوا ہے بلکہ اس کی طرف سے زبانی اور تحریری مدافعت کا عام طرزِ عمل ہر جگہ مشاہدہ میں آتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے افراد بھی ان نظریات اور تحریروں سے متفق ہیں، البتہ کچھ مستثنیٰ حضرات ایسے ہوں جو مذکورہ بالا امور میں مولانا مودودی سے اختلاف رکھتے ہوں اور جمہور علمائے اہل سنّت کے مسلک کو اس کے مقابلہ میں درست سمجھتے ہوں تو ان پر اس رائے کا اطلاق نہیں ہوگا ۔

نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ امام اس شخص کو بنانا چاہیئے جو جمہور اہلسنت کے مسلک کا پابند ہو، لہٰذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا امور میں متفق ہوں اُنہیں باختیار خود امام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھ لی گئی تو نماز ہو گئی ۔

یہ میری ذاتی رائے ہے جو اپنی حد تک غور و فکر کے بعد فیما بینی و بین اللہ قائم کی ہے، میں کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی اور بے احتیاطی سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور دین کے معاملہ میں مداہنت سے بھی، جن حضرات

کو میری اس رائے سے اتفاق نہ ہو وہ اپنے عمل کے مختار ہیں، مجھے ان سے کو مباحثہ کرنا نہیں نہ میرے قویٰ اور مصروفیات اس کے متحمل ہیں اور اگر کوئی صاحب اس کو شائع کرنا چاہیں تو ان سے میری درخواست ہے کہ اس کو پورا شائع کریں یا کوئی ٹکڑا شائع کر کے خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔

واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

نوٹ:۔ اس فتوی کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جواہر الفقہ" کا جزء بنا دیا ہے۔

رائے عالی حضرۃ علامۃ عصر محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی امیر مجلس تحفظ ختم نبوت وصدر وفاق المدارس عربیہ پاکستان

(از ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۷۷ء بعنوان بصائر و عبر)

مقام نبوت کی تشریح

نبوت ایک عطیہ ربانی ہے جس کی حقیقت تک رسائی غیر نبی کو نہیں ہو سکتی، اس کی حقیقت کو یا تو حق تعالیٰ جانتا ہے جو نبوت عطا کرنے والا ہے یا پھر وہ ہستی جو اس عطیہ سے سرفراز ہوئی، مخلوق بس اتنا جانتی ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع منصب کے لیے جس شخص کا انتخاب کیا گیا وہ :۔

(۱) معصوم ہے، یعنی نفس کی ناپسندیدہ خواہشات سے پاک صاف پیدا کیا گیا ہے اور شیطان کی دسترس سے بالاتر، عصمت کے یہی معنی ہیں کہ ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ناممکن ہے۔

(۲) آسمانی وحی سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے اور وحی الٰہی کے ذریعہ ان کو غیب کی خبریں پہنچتی ہیں کبھی جبریل امین کے واسطہ سے اور کبھی بلا واسطہ، جس کے مختلف طریقے ہیں۔

(۳) غیب کی وہ خبریں عظیم فائدہ والی ہوتی ہیں اور عقل کے دائرے سے بالاتر ہوتی ہیں، یعنی انبیاء علیہم السلام بذریعہ وحی جو خبریں دیتے ہیں ان کو انسان نہ عقل و فہم کے ذریعہ معلوم کر سکتا ہے نہ مادی آلات و حواس کے ذریعہ ان کا علم ہو سکتا ہے۔

ان تین صفات کی حامل ہستی کو مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث و مامور کیا جاتا ہے۔ گویا حق تعالیٰ اس منصب کے لیے ایسی شخصیت کا انتخاب فرماتا ہے جو افراد بشر میں اعلیٰ ترین صفات کی حامل ہوتی ہے۔ اس انتخاب کو قرآن کریم میں کہیں اجتباء سے، کہیں اصطفاء سے اور کبھی لفظ اخیار سے تعبیر فرماتا ہے، یہ عام صفات و خصوصیات تو ہر نبی و رسول میں ہوتی ہیں، پھر حق تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرما کر وہ درجات عطا کرتا ہے جن کے تصوّر سے بھی بشر قاصر ہے، گویا نبوت، انسانیت کی وہ معراجِ کمال ہے جس سے کوئی بالاتر منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں۔ ان صفاتِ عالیہ سے متصف ہستی کو ہدایت و اصلاح کے لیے مبعوث کر کے انہیں تمام انسانیت کا مطاع مطلق ٹھہرایا جاتا ہے، ارشاد

ہے ، وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء: ۶۴)
"ہم نے ہر رسول کو اسی لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔"
پس حکم خداوندی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، وہ مطاع اور واجب الاطاعت
متبوع ہے، اور امت اس کی ہدایت کے تابع اور مطیع فرمان۔
جب نبوت اور رسالت کے بارے میں یہ صحیح تصور قائم ہو گیا کہ وہ ایک عطیۂ ربانی
ہے، کسب و محنت اور مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل نہیں بلکہ حق تعالےٰ اپنے
علم محیط، قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے پاک و معصوم و مقدس ہستی کو پیدا فرما کر
اس کو وحی آسمانی سے سرفراز فرماتا اور مخلوق کی ہدایت وارشاد کے منصب پر اسے کھڑا
کرتا ہے، تو اس سے عقلی طور پر خود بخود بات واضح ہو گئی کہ نبی و رسول کی شخصیت ہر
انسانی کمزوری سے بالاتر ہوتی ہے کیونکہ اگر خود اس کی شخصیت انسانی کمزوریوں
میں ملوث ہو تو وہ ہدایت و اصلاح کی خدمت کیسے انجام دے گا۔ ع
آنکہ خود گم است کرا رہبری کند

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم

چنانچہ سنت اللہ یہی ہے کہ نبی کا حسب و نسب، اخلاق و کردار، صورت و سیرت
خلوت و جلوت اور ظاہر و باطن ایسا پاک اور مقدس و مطہر ہوتا ہے جس سے ہر شخص کا
دل و دماغ مطمئن ہو اور کسی کو انگشت نمائی کا بال برابر بھی موقع نہ مل سکے گا، یہ الگ
بات ہے کہ کوئی شخص شقاوتِ ازلی کی وجہ سے اس کی دعوت پر لبیک نہ کہے اور
جحود و انکار میں مبتلا ہو کر ہدایت سے محروم رہ جائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ بد سے بدتر

دشمن بھی نبی میں کسی "انسانی کمزوری" کی نشاندہی کر سکے۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام اور رسولانِ عظام علیہم الف الف صلوٰۃ و سلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اور ان کے جن جن خصائص و کمالات اور خلاق و اوصاف کی نشاندہی فرمائی ہے یہ جگہ ان کی تفصیل کے لیے کافی نہیں، ہاں اس سمندر کے چند قطرے پیش کیے جاتے ہیں جو حق تعالےٰ شانہ نے اپنے پیارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ (الاحزاب: ۴۵-۴۶)	اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہونگے اور بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ۔	ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔
يس ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (سورۂ یٰس آیت ۱ تا ۴)	یٰس ۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں، سیدھے راستے پر ہیں۔

ن والقلم وما یسطرون ○ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ○ وان لک لاجرا غیر ممنون وانک لعلی خلق عظیم۔

(سورۃ النون)

ن، قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتو) کے لکھنے کی، کہ آپ اپنے رب (کے) فضل سے مجنون نہیں اور بے شک (آپ) کے لیے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا (نہیں) بیشک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ○

(المائدہ - ۱۵)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ (کی) طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور واضح (یعنی قرآن مجید)

فالذین امنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون ○ (اعراف - ۱۵۷)

سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور انکو (تعظیم) کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نو(ر کا اتباع) کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا، ایسے (لوگ) پوری فلاح پانے والے ہیں۔

ورفعنا لک ذکرک۔

(سورہ الم نشرح)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آ(وازہ) بلند کیا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

(آل عمران ۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے (محبت) رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے (محبت) کرنے لگیں گے۔

وان تطیعوہ تہتدوا۔

(النور ۵۴)

اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو را(ہ پا) جاؤ گے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا۔ (الاحزاب ۲۱)

تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۝ (النساء ۶۵)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں پھر آپ کے تصفیہ سے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۝ (آل عمران ۱۶۴)

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی میں تھے۔

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور فہم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور

فضل اللہ علیک عظیما۔ (النساء ۱۱۳) آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

ترجمہ آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات وکمالات کا نقشہ سامنے آگیا ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت الی اللہ کا آفتاب عالم بنایا ہے تاکہ امت ان پر ایمان لائے، ان کی توقیر کرے اور ان کی امداد کرے، بلاشبہ آپ سراسر صراط مستقیم پر ہیں، تاریخ عالم اس کی شہادت دیتی ہے کہ آپ خلق عظیم سے آراستہ ہیں، جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی توقیر و نصرت کریں اور آسمانی وحی کا نورالٰہی ان کے ساتھ ہے اس کا بھی اتباع کریں آخرت کی فلاح انہی کے لیے ہے، ان کی اتباع سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کی سعادت ملتی ہے، انہی کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اور آخرت کے امیدوار ہیں وہ انہی کو اپنا مقتدا و پیشوا بنا گئے، جو لوگ اپنے مخاصمات و نزاعات میں بھی ان کے فیصلوں کو بدل وجان تسلیم نہ کریں خدا کی قسم کبھی مومن نہیں ہو سکتے، حق تعالیٰ کا امت محمدیہ پر بڑا احسان ہے جس نے ایسی ہستی مبعوث فرمائی کہ حق تعالیٰ کی آسمانی وحی ان کو پڑھ کر سنائیں، ہر قسم کے شرک کفر، معصیتوں اور جاہلیت کی رسموں سے ان کا تزکیہ کریں، ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل فرمایا کہ کتاب و حکمت کے وہ تمام علوم ان کو سکھائے جو نہ جانتے تھے۔ چند آیات بینات کا یہ سرسری خاکہ ہے، حق تعالیٰ کی اس آسمانی شہادت کے بعد کیا کوئی کمال اب ایسا باقی ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو، اسی آسمانی وحی ربانی میں تمام امت کو یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت و درود

بھیجتے ہیں، اس لیے تمہیں بھی حکم ہے کہ تم بھی ان پر درود بھیجو ، پانچوں وقت اذان
ان کی رفعت و بلندیٔ مقام کا اعلان ہوتا ہے، ہر نماز میں ان پر درود و سلام کا
موص انداز میں حکم ہے، گویا کوئی نماز جو حق تعالےٰ شانہ، کی مخصوص عبادت
ہے اور حق تعالےٰ کے ساتھ خصوصی مناجات ہے، آپؐ کے ذکرِ خیر اور درود و
ام سے خالی نہیں بلکہ اسی پر نماز کا اختتام ہوتا ہے ، اس لیے تمام امت اور آسمانی
بوں کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بہر حال یہ مسلمات میں سے ہے کہ افرادِ بشر میں جن نفوسِ قدسیہ کو حق تعالےٰ
اصلاحِ نفوس اور ہدایت و ارشادِ عالم کے لیے منتخب فرمایا ہے ان سب کے
ج سید الانبیاء والمرسلین امام المتقین، خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
مقدس ہے، اگر ان میں کوئی کوتاہی اور کمی رہ جائے تو پھر سارے انبیاء کرام
ہیوں سے مبرا کیسے رہ سکتے ہیں اور امت کی ہدایت کے لیے وہ کیسے
و قدوہ بن سکتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس ذاتِ اقدس
ہدایت و ارشاد کے لیے ان کی بعثت فرمائی ہے وہ العیاذ باللہ
رہی ہے اور ان کی قدرت سے ایسے افراد کا انتخاب بالاتر ہے۔ إنّا
وإنّا الیہ راجعون ۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی ،
نہ خدائی رہی نہ نبوت و رسالت ، نہ آسمانی وحی نہ دین ، سارا معاملہ
ہوگیا۔

مودودی صاحب کا تنقیدی عروج

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنقید سے معاف نہ

ان حقائق کی روشنی میں "ترجمان القرآن" جلد ۵۸ شمارہ اپریل ۱۹۶۲ء!
"اسلام کس چیز کا علمبردار ہے" مودودی صاحب کا مقالہ مطالعہ کیجئے
پر موصوف یوں رقمطراز ہیں :-

"وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہ فوق البشر ہے، نہ بشری کمزوریا
سے بالاتر ہے۔"

کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے، ہاں تمام اولین و آخرین
جو خالق الانبیاء والمرسلین ہیں ان کا فیصلہ ہے کہ وہ افضل البشر ہیں، سیدنا
نسلِ انسانی میں سب سے بڑھ کر متقی اور کامل ترین افرادِ بشر میں سے ہیں،
عالمتاب اور بدرِ منیر کے انوار کو ان کے انوار سے کیا نسبت؟ آسمان ہو یا
یا سورج حتیٰ کہ عرشِ رحمٰن بھی آپ کی منزلت سے قاصر ہے، تمام مخلوقات
میں افضلیت و کمال کا تاج آپ ہی کے سر باندھا گیا ہے۔ "نہ فوق البشر
یہ جملہ بھی جو غمازی کرتا ہے کہ فوق البشر کہنا بھی ناقابلِ برداشت ہے
"بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے" کے فقرے سے جو کچھ دل میں تھا ابھر
شخص بشری کمزوریوں میں ملوث ہے وہ بشر کی ہدایت کے لیے کیسے ہو
ہے؟ اردو کے عرف میں اور عام تعبیرات کے بپیشِ نظر بشری کمزوریا
ان صفاتِ بشریہ پر ہوتا ہے جو صفاتِ ذمیمہ اور قبیحہ ہیں، لوازمِ بشریت مراد

سکتے۔ لوازم بشریت کھانا پینا، سونا جاگنا، خوشی وغم، صحت ومرض، وفات وغیرہ بلاشبہ یہ لوازم بشریت ہیں، خواص بشریت ہیں اور صفات بشریہ ہیں، عرف میں اس کو کوئی بشری کمزوریوں سے تعبیر نہیں کرتا، لوازم بشریت سے تو ملائکۃ اللہ اور حق تبارک وتعالیٰ منزہ ہیں، کہنا یہ ہے کہ یہ جملہ خطرناک حقیقت کی غمازی کر رہا ہے، اسلام کی پوری بنیاد منہدم ہو جاتی ہے، حق تعالےٰ نے تو ان کو یہ شرفِ قبولیت عطا فرمایا ہے کہ کلمۂ اسلام میں، کلمۂ شہادت میں اذان واقامت میں حق تعالےٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام آئے۔ نماز میں درود وسلام بھیجنے کا حکم ہوا اور اس انداز سے ہو کہ چونکہ حق تعالےٰ اور اُن کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اسے ایمان والو تم بھی درود بھیجو۔ بارگاہِ قدس سے اتنا اونچا منصب عطا کیا گیا ہو اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں، جو شخصیت بشری کمزور ہو کیا وہ اس منصبِ جلیل کی مستحق ہو سکتی ہے؟ بظاہر تو یہ ایک جملہ ہے لیکن اس ایک جملہ سے ان کے تمام کمالات اور منصب نبوت پر پانی پھر جاتا ہے اور ہر ناقد کے لیئے تنقید کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

بشری کمزوری میں جھوٹ بولنا، خود غرضی، بقایا جاہلیت کے آثار کا نمایاں ہونا، مصلحت اندیشی کا کارفرما ہونا، بنی عبد مناف اور بنی ہاشم کو بنی اُمیہ پر ترجیح دینا، قریش ومہاجرین کو وہ مقام عطا کرنا جس سے انصار محروم تھے وغیرہ وغیرہ۔ کونسی کمزوری ہے جو اس اجمال میں نہیں آسکتی؟ کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب ان کمزوریوں کی نشاندہی خود فرما دیتے کہ وہ کون سی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات گرامی میں موجود ہیں، اس قسم کے نظریات یا قلمی طغیانی اس شخص کا شیوہ ہے

جو نہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ہو، نہ اسے علم دین میں کمال حاصل ہو، عجب و کبر سے مبتلا ہو، اعجاب الرائے کی وبائے عظیم میں ملوث ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت

مودودی صاحب کی نظر میں

جس ذاتِ گرامی پر ایمان لانے کا حکم ہو، حق تعالیٰ پر ایمان کے بعد جس پر ایمان کا مرتبہ ہو، جسے ہدایتِ اُمت کے لیے سراجاً منیرا بنایا گیا ہو، جو دعوت الی اللہ پر مامور ہو، جس کی شخصیت کو اُمت کے لیے اسوہ بنایا گیا ہو، جس کی صفات و کمالات اور خصائص و اخلاقِ عظیمہ کا اعلان کیا گیا ہو، مودودی صاحب کی نگاہ میں اُن کی شخصیت اتنی شدید مجروح ہو کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ مودودی صاحب سلفِ صالحین کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں، صحابۂ کرام رض کی شخصیت کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں اور انبیاء کرام کی شخصیت پر بھی کچھ نہ کچھ اشارات جرح کے موجود تھے، یونس علیہ السلام سے فریضۂ نبوت پر تقصیر ہوئی، جیسے تفہیم القرآن میں ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک حضرت سید المرسلین خاتم النبیین امام المتقین کی ذاتِ گرامی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اب مجروح ہو گئی، تعجب کا مقام ہے کہ مودودی نے ہر پیراگراف کو قرآنی حوالہ دے کر بیان کیا اور شاید مقالہ اور اس کی تعلیمات کو پڑھنے والے کو یہ غلط فہمی ہو کہ یہ جملہ بھی بقیہ قرآنی حوالوں سے معمور ہوگا لیکن بغیر جوڑ کے قرآنی تعبیرات کے درمیان سطر ۱۲ اشارہ ۱۳ صفحہ ۳۱ پر یہ دل کی بات قلم سے نکل گئی۔ قرآن کریم میں جہاں یہ حکم ہوا کہ آپ اعلان کریں

کہ میں بشر ہوں ساتھ ہی یوحیٰ الیّ کا وصف لگا یا گیا تا کہ کوئی قاصر الفہم قاصر العقل
بشر کے ساتھ بشری کمزوریوں کا خیال نہ کرے چنانچہ ارشاد ہے، قل انما انا
بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد (کہف ۱۱۰، فصلت ۶)
سورۂ اسراء میں ہے: قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا
بشر کے ساتھ رسول کی صفت لگائی گئی ہے جہاں محض بشریت کا ذکر کیا ہے
یا صفات بشریت کا ذکر ہے وہ تمام تر مشرکین و کفار کے قول کی نقل ہے قالو
ان انتم الا بشر مثلنا (ابراہیم) ھل ھذا الا بشر مثلکم (الانبیاء)
ما ھذا الا بشر مثلکم (المومنون) ما انتم الا بشر مثلنا (سورۂ یٰسین)
ما نراک الا بشرا مثلنا (ھود) کفار نے بلاشبہ طعنے کے طور پر کہا کہ یہ
ہم جیسے بشر ہیں بلکہ ان کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ جرم بھی عائد کر سکیں کہ
بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کرام کی پاکیزگی
اخلاق، کرامت و شرافت اتنی بدیہی اور واضح ہے کہ انکار کی مجال نہیں، زیادہ
سے زیادہ یہ طعنہ دیا کہ کھاتا پیتا ہے، بازاروں میں جاتا ہے گویا فرشتہ نہیں کہ ان
چیزوں سے بالاتر ہو، کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ موصوف کے دل میں اس سے
بھی زیادہ کچھ ہے لیکن خوف مانع ہے پوری دل کی بات کا اظہار نہ کر سکے وما
تخفی صدورھم اکبر، اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال سے بچائے بشری
کمزوری دو راستوں سے ہوتی ہے (۱) نفس (۲) شیطان.... جب نبی و رسول نفس
کی غیر مستحسن اور ناپسندیدہ خواہشات سے مبرا ہے اور پاک ہے تو اسکے عواطف و
رجحانات ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے، ان کا نفس مطمئنہ ہے، نفس ملکی ہے نفس کے

صفاتِ رذیلہ سے یکسر بالاتر ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ رذیلہ نفسانی کا وہاں گذر نہیں اور نفس کے جتنے صفاتِ کمال ہیں، تقویٰ و طہارت، شکر و صبر، عفت و رأفت و رحمت جُود اور سخاوکرم وغیرہ وغیرہ تمام کے تمام وہاں موجود ہوتے ہیں اور شیطان لعین کے وساوس سے یکسر حفاظت ہوتی ہے، شیطان نبی و رسول کو کبھی بھی غلط کام پر آمادہ ہی نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مجھے خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔ بہرحال جب دونوں راستوں سے حفاظت ہوگئی تو بشری کمزوری خود بخود ختم ہوجاتی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں تو یہ آیا ہے کہ "کان خلقہ القرآن" آپ کے اخلاق کریمہ قرآن کریم کا مرقع ہے گویا آپؐ کی حیاتِ مقدسہ زندہ قرآن ہے، آپؐ کا وجود مقدس زندہ قرآن ہے اور یہی تمام عالم کا فیصلہ ہے، لیکن مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ بشری کمزوریوں سے آپ بالاتر نہیں۔ پھر سنت اللہ جاری ہے کہ انبیاء کرام کے عام قویٰ بشری بھی عام انسانوں سے بالاتر ہوتے ہیں، ان کی جسمانی صلاحیتیں، جسمانی قوتیں برتر اور عام افرادِ بشر سے بالا ہوتی ہیں، بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس افرادِ جنت کی قوت عطا فرمائی گئی ہے، اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں ہر فردِ بشر کو سو اشخاص کی قوت عنایت کی جاتی ہے بلکہ قاضی عیاضؒ کی شفاء میں اور سیوطیؒ کے خصائص کبریٰ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے اما علمت ان اجسادنا تنبت علی ارواح اہل الجنۃ اِنتہٰی ہمارے اجساد میں ارواح اہل جنت کی ہیں۔ ان تفصیلات کا یہاں موقع نہیں ہے، بہرحال نہ معلوم کہ اتنی صاف اور واضح

حقیقت کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کوئی شخص بشری کمزوریوں میں مبتلا ہو وہ کیونکر ہادی و راہنما بنے گا اور اس کی دعوت و تبلیغ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے؟ قرآنِ کریم اوصاف اعلان فرماتا ہے : اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ۰ (البقرہ) "کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کا اور اپنے نفسوں کو بھولتے ہو اور تم کتاب اللہ پڑھتے ہو کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کا کیا اثر ہوگا"۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ جو کیا اسی کا حکم دیا تاکہ قول و عمل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ مقام افسوس ہے کہ مودودی صاحب کے بہت سے قابل شدید اعتراض مباحث ہیں یا تعبیرات ہیں اور ان کی تصنیفات میں بکھری پڑی ہیں، یہ جملہ اور مضمون بھی قباحت میں گوئے سبقت لے گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں حق تعالیٰ کی تعریف اور مودودی صاحب کا الزام

مودودی صاحب اپنی تفسیر سورۃ آلِ عمران میں حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

"سود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں، سود لینے والے میں حرص و طمع، بخل، خود غرضی اور سود دینے والے میں نفرت، غصہ اور بغض، حسد، احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ

حقہ شامل تھا

اسی سورۂ آلِ عمران کے آخر میں ان صحابۂ کرام رضہ کے بارے میں حق تعالےٰ یوں فرماتے ہیں :-

فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب

(آل عمران پ۴ آیت ۱۹۵)

سو جن لوگوں نے ترکِ وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیے گئے میری راہ میں، اور جہاد کیا اور شہید ہو گئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

حق تعالیٰ نے تو ان کو یہ داد دی ہے اور مودودی صاحب کی نگاہ میں یہ حریص طماع، بخیل، خودغرض، ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے، بغض و حسد رکھنے والے اور ان بیماریوں میں مبتلا تھے۔ ان میں جہل و عناد کی بھی انتہا ہوگئی، غزوہ اُحد کے بعد غزوہ بنی النضیر میں جو سورۂ حشر نازل ہوئی اس میں حق تعالیٰ شانہٗ یوں ارشاد فرماتے ہیں :-

للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ و

ان فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں

رضوانا وینصرون اللہ و
رسولہ اولئک ھم الصادقون
والذین تبوء الدار والایمان
من قبلھم یحبون من ھاجر
الیھم ولا یجدون فی صدورھم
حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون
علی انفسھم ولو کان
بھم خصاصۃ ومن یوق
شح نفسہ فاولئک ھم
المفلحون

اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے
ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور لوگوں کا حق ہے جو
دارالاسلام میں ان (مہاجرین کے آنے) سے قبل
قرار پکڑے ہوئے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت
کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور
مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں
میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے
ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی
طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے
ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حق تعالیٰ تو ان مہاجرین وانصار کو صادقون و مفلحون جیسے شاندار الفاظ میں
یں عجیب انداز سے داد دیں اور مودودی صاحب ان کو طماع وحریص ایک دوسرے
سے متنفر بتلائیں، اس وقت تو بطور مثال ایک سرسری اشارہ کر دیا گیا اور یہ موضوع
ہی بہت کچھ لکھنے کا محتاج ہے۔ اسی مضمون و مقالے کے شروع میں جو تحقیق فرمائی
ہے کہ ..."ہمارے عقیدے کے مطابق اسلام کسی ایسے دین کا نام نہیں جس کو
سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہو اور اس بنا پر آپ کو بانی اسلام
کہنا صحیح ہو، انبیاء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت دراصل یہ ہے کہ
(۱) وہ خدا کے آخری نبی ہیں (۲) اُن کے ذریعہ خدا نے اسی اصلی دین کو پھر تازہ کر دیا
جو تمام انبیاء کا لایا ہوا تھا ... الخ" اس مضمون میں بھی جو ان کو ٹھوکر لگی ہے اور

غلط موڑ پر پہنچ گئے جو نہایت خطرناک ہے۔ اب دیانت اور دین کی خیر خواہی تقاضا یہی ہے کہ ان مضامین پر بے لاگ تبصرہ ایسا کیا جائے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے، جو ایک دو مولوی ان کی ہمنوائی کرتے چلے آتے ہیں کے ایمانی امتحان کا وقت بھی آگیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کا کیا کہنا، آپؐ کی صحبت، فیض، خدمت اور توجہات مبارکہ سے صحابہ کرامؓ جس مقام پر پہنچ گئے ہیں اس کا ادراک ہم جیسوں کے لیے ناممکن ہے، قرآن کریم کی سورۂ فتح میں ارشاد ہے :-

محمدٌ رسول اللہ والذین معہٗ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ (سورۂ فتح)	محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہرے سے نمایاں ہیں۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آج "ترجمان القرآن" بابت ماہ جون ۱۹۶۷ء "رسائل و مسائل" کے عنوان سے اس کے جواب کی کوشش کی گئی، ظاہر بات ہے بات ناقابل برداشت تھی اور اس میں پوری رسوائی ہو رہی تھی، اس لیے موصوف حواریوں میں سے کسی نے موصوف کو متنبہ کیا اور اس کا جواب دیا گیا۔

مودودی صاحب کبھی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے

کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کرتے اور اعلان کرتے کہ میں نے یہ بات غلط کی ہے لیکن مودودی صاحب کی تاریخ زندگی میں اس بات کا امکان نہیں، یہ تو ہوا کہ جب کسی ہمدرد حواری نے کسی غلطی پر متنبہ کیا تو دوسرے ایڈیشن میں وہ بات نکال دی گئی لیکن اس کی توفیق نہ ہوئی کہ اعتراف کر کے غلطی کا اعلان ہوتا اور غلط بات سے رجوع کرتے تاکہ وہ لوگ جن کے پاس پہلا ایڈیشن ہے وہ گمراہ نہ ہوتے۔

مودودی صاحب کی خیانت

مثلاً تفسیر تفہیم القرآن کے پہلے ایڈیشن میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرائضِ نبوت میں تقصیر کا مرتکب مانا تھا لیکن اعتراض کے بعد دوسرے ایڈیشن میں اس عبارت کو حذف کر دیا گیا، کیا یہ دیانت ہے اور کیا یہ حق ہے؟ اور کتنی مثالیں ہیں مودودی صاحب کے نزدیک انبیاء کرام ایسے معصوم نہیں ہیں کہ غلطی نہ ہو سکتی تھی، وہ تو فرماتے ہیں کہ بشریت کے اظہار کے لیے کوئی وقت ایسا ضرور ہے تو کیا مودودی صاحب معصوم ہیں کہ ان کی عصمت انبیاء کرام سے بھی زیادہ ہے۔ بہر حال جب عذر کر کے جواب دیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بالکل لچر اور بے معنی ہے اردو محاورات میں کوئی بتلا دے کہ لوازم بشریت کو بشری کمزوریوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ مودودی صاحب بشری کمزوریوں سے عیب و نقائص ہی

مراد لیتے ہیں۔

مودودی صاحب کا صحابہؓ پر الزام

اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ سورۂ آلِ عمران کی تفسیر میں انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں سُود خوری کی وجہ سے دو قسم کی بیماریاں تھیں، حرص و طمع، بخل و خود غرضی اور حسد، نفرت، بغض، اور غزوۂ اُحد کی شکست میں دونوں کو دخل ہے اس کے ثبوت میں قرآن کے لفظ "ببعض ما کسبوا" کا ترجمہ "بعض کمزوریوں" سے کیا گیا جس کی تنقید نہایت عالمانہ و محققانہ انداز سے حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی فرما چکے ہیں[1]

مودودی صاحب کی اس تفسیر و تشریح سے واضح ہے کہ کمزوریوں سے مراد وہ بیماریاں لیتے ہیں جو عیوب اور بدترین عیوب ہیں، اللہ تعالٰی رحم فرمائے اور صحیح توبہ کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

---

[1] ملاحظہ ہو ماہنامہ "بینات" کراچی، بابت ماہ جون ۱۹۷۶ء

ماہنامہ "بینات" مطابق اگست ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصائر و عبر

مودودی صاحب کے متعلق

(از حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ)

دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال حاصل کر لیا جائے، معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لیے بھی کسی استاذ و رہنما کی ضرورت مسلّم، بغیر کسی استاد کے نری عقل و ذہانت اور طباعی سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتا، انجنیئری ہو یا ڈاکٹری اور طباعت ہو، ہر صنعت و حرفت کے لیے ابتداءً عقل کی رہنمائی کے لیے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے، جب انسانی عقل کے پیدا کردہ فنون و علوم کے حاصل کرنے کے لیے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علومِ نبوت اور معارف انبیاء اور حقائق شریعت کے لیے استاذ و راہنما سے کیسے استغناء ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و ادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحی ربانی کے ذریعہ سے امت کو پہنچے ہیں، آسمانی تربیت اور ربانی ہدایت و ارشاد کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو

دخل ہوتا ہے اور تعلیم سے زیادہ ذہنی و فکری اور عملی تربیت ضروری ہوتی ہے اس لیے جتنی طویل صحبت ہو گی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی و رہنما جتنا باکمال ہوگا اتنا زیادہ فائدہ ہوگا اور کمال حاصل ہوگا، پھر ان علوم نبوت کی غرض و غایت چونکہ ہدایت و ارشاد اور مخلوقِ خدا کی رہنمائی ہے اس لیے ان کے سمجھنے میں شیطان لعین کی عداوت اضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے، جو کمال کہ دنیوی مفاد کے لیے حاصل کرنا ہوتا ہے اس میں شیطان آرام سے بیٹھا رہتا ہے، اس کو دخل کی حاجت ہی نہیں نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے، لیکن جہاں آخرت و عقبیٰ اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لیے بے تاب ہوتا ہے، مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح یہ رشد و ہدایت ضلالت میں تبدیل ہو جائے، اور چونکہ ابلیس لعین کا سب سے بڑا کارنامہ تلبیس ہے یعنی حق و باطل میں ایسا التباس ہو جائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفسِ انسانی کی کارستانیاں اس پر مستزاد ہیں، انسانی فطرت میں کبر و عُجب ہے، ریاکاری و حُبِّ شہرت ہے، حُبِّ جاہ کا مرض ہے اور ایسے شدید و قوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لیے نفس و شیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو تو اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ یوں ہی انسان علم و عقل کے صحراؤں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

فِتنوں کی ابتداء اور بنیاد کے اسباب

دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بیشتر فتنے پیدا ہوئے ہیں سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے، اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستے سے آئے ہیں، بلکہ علماء حق میں بھی بہت سے اذکیاء زمانہ اپنی شدّتِ ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شذوذ اختیار کر کے غلط افکار و نظریات کا شکار ہو گئے اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کارفرما رہی ہے کہ اپنے تبحّر و ذکاوت پر اعتماد کر کے علمی کبر اور اعجاب بالرائے کے مرض میں مبتلا ہوئے، زیادہ صُحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے۔ ہمارے اس دور میں بھی اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں اور چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے اور بسا اوقات بہت عمدہ بات بھی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہیں اسلیئے ان کی وہ عمدہ باتیں مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں اور جن حضرات کو زیادہ صُحبت اور علمی گہرائیاں نصیب نہیں ہیں وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ان کے امت سے مختلف شواذ اور جدید افکار و نظریات کے بھی حامی ہو جاتے ہیں اور شیطان تو اپنے کام میں لگا ہوا ہے، جو شخصیت امت کی ہدایت و ارشاد کے کام آسکتی تھی وہ امت میں زیغ و ضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے، ہر دور میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ امام غزالیؒ نے "مقاصد الفلاسفہ" میں لکھا ہے کہ یونانیوں کے علوم حساب ہندسہ عنصریات وغیرہ صحیح علوم کو دیکھ کر لوگ ان کے تمام علوم کے معتقد ہو گئے، طبعیات و الٰہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو کر گمراہ ہو گئے۔

امام غزالیؒ کی یہ بات بہت عجیب ہے اور بالکل صحیح ہے، شیطان کو اس قسم کے مواقع میں اضلال کا بہت اچھا موقع مل جاتا ہے۔

بہرحال جب انتہائی علمی قابلیت والے انتہائی ذکاوت والے فتنوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو ایسے حضرات کہ جن میں علمی قابلیت بہت کم لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو، صحبت ارباب کمال سے یکسر محروم ہوں، طباع و ذہین ہوں تو وہ بہت جلد اعجاب بالرائی کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر تمام امت کی تحقیر اور تمام تحقیقات امت کا استخفاف اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک اور اول سے لے کر آخر تک تمام پر تنقید کر کے خطرناک گھڑے گڑھے میں گر کر تمام نسل کے لیے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔

مودودی صاحب کی زندگی کا پس منظر

اس قسم کے لوگوں میں سے آج کل کی ایک مشہور شخصیت جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ہے جو بچپن ہی سے طباع و ذہین مگر معاشی پریشانی میں مبتلا تھے، ابتداء میں اخبار "مدینہ" بجنور میں ملازم ہوئے اور پھر دہلی میں جمعیت علماء ہند کے اخبار "مسلم" سے وابستہ رہے، پھر چند سالوں کے بعد اخبار "الجمعیۃ" دہلی میں ملازم ہوئے جو جمعیت علمائے ہند کا ترجمان تھا، دہلی سے نکلتا تھا، غالباً سہ روزہ تھا، تاریخ کے جواہر پاروں کے عنوان سے ان کے مضامین بہت آب و تاب سے نکلتے تھے، اس طرح مودودی صاحب کی قلمی تربیت مولانا احمد سعید صاحب کے ذریعہ ہوتی گئی، والد مرحوم کی وفات کی وجہ سے اپنی تعلیم نہ صرف یہ کہ مکمل نہ کر سکے بلکہ بالکل

ابتدائی عربی تعلیم کی کتابوں میں رہ گئے، نہ جدید تعلیم سے بہرہ ور ہو سکے، پرائیویٹ انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی سے کچھ مناسبت ہوگئی، اس دور کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور تحریرات اور مجلات وجرائد سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور قلمی قابلیت میں روز افزوں ترقی ہوگئی۔ بد قسمتی سے نہ کسی دینی درسگاہ سے فیض حاصل کر سکے نہ جدید علوم کے گریجویٹ بن سکے، نہ کسی پختہ کار عالم دین کی صحبت نصیب ہو سکی، اور ایک مضمون میں خود اس کا اعتراف کیا ہے جو عرصہ ہوا کہ ہندوستان متحدہ میں مولانا عبدالحق مدنی مراد آبادی کے جواب میں شائع ہوا تھا بلکہ بد قسمتی سے نیاز فتحپوری جیسے ملحد و زندیق کی صحبت نصیب رہی، ان سے دوستی رہی، ان کی صحبت ورفاقت سے بہت کچھ غلط رجحانات ومیلانات پیدا ہوگئے۔ حیدر آباد دکن سے ۱۹۳۳ء میں ماہنامہ "ترجمان القرآن" جاری کیا، آب وتاب سے مضامین لکھے، بہتر سے بہتر پیرائے میں کچھ علمی وقلمی چیزیں ابھرنے لگیں، ان دنوں ملک کی سیاسی فضا مرتعش تھی، تحریک آزادئ ہند فیصلہ کن مراحل میں تھی، ہندوستان کے بہترین دماغ اسی کی طرف متوجہ تھے، مودودی صاحب نے سب سے ہٹ کر "اقامت دین" اور "حکومت الٰہیہ" کا نعرہ لگایا اور تحریک آزادی کی تمام قوتوں پر بھرپور تنقید کی، ان کے بھولے بھالے مداح یہ سمجھے کہ شاید دین قیم کا آخری سہارا بس مودودی صاحب کی ذات رہ گئی ہے، چنانچہ بہت جلد مولانا سید سلیمان ندوی ؒ، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبدالماجد دریابادی ؒ کے قلم سے خراج تحسین وصول ہونے لگا، ظاہر ہے کہ اس وقت مودودی صرف ایک شخص کا نام تھا نہ اس وقت اس کی دعوت تھی، نہ جماعت تھی نہ تحریک تھی، ان کی تحریرات اور زوردار بیانات سے بعض اہل حق کو ان سے

توقعات وابستہ ہوئیں، ان کی آمادگی اور چوہدری محمد نیاز کی حوصلہ افزائی سے پٹھانکوٹ
میں "دارالاسلام" کی بنیاد ڈالی گئی، مسلم لیگ و کانگریس کی رسّہ کشی شروع ہو گئی تھی، ان کے
قلم سے ایسے مضامین نکلے اور "سیاسی کشمکش" کے نام سے ایسی کتاب وجود میں آگئی
کہ ہمنوا حضرات سے اس کو خراجِ تحسین حاصل ہوا اور سیاسی مصالح نے اس کو پروان
چڑھایا، لاہور میں اجتماع ہوا اور باقاعدہ امارت کی بنیاد ڈالی گئی اور ان کی ایک لکھی
تقریر پڑھی گئی جس میں بتایا گیا کہ امیر وقت کے لیے کیا کیا امور ضروری ہیں، اربابِ
اجتماع میں مشہور شخصیتیں جناب مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا
امین احسن اصلاحیؒ اور مولانا مسعود عالم ندویؒ بھی تھے، بڑے امیر خود منتخب ہو گئے
اور چار امراء، یہ حضرات امیرِ ماتحت منتخب ہو گئے، جماعتِ اسلامی باقاعدہ وجود
میں آگئی، اس کا دستور آگیا، اس کا منشور آیا، لوگوں کی نگاہیں اُٹھیں، ہر طرف سے
اُمیدیں وابستہ ہو گئیں۔

جماعت اسلامی سے توبہ اور استعفاء

لیکن چھ ماہ کا عرصہ نہیں گذرا ہوگا کہ مولانا نعمانیؒ، مولانا علی میاں مستعفی ہو گئے اور
اُن کو ان کی علمی کمزوریاں اور اخلاص کا فقدان نظر آیا، ساتھ نہیں دے سکے لیکن
ان حضرات نے پھر بھی پردہ پوشی کی اور امت کے سامنے صاف و صریح وجہِ علیحدگی
ظاہر نہیں فرمائی، میں اُس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام
دیتا تھا، میں نے ان دو بزرگوں سے جُدائی کے وجوہ دریافت کیے، بہت
کچھ کہا لیکن کوئی صاف بات نہیں بتلائی، لیکن میں سمجھ گیا، مولانا مسعود عالم مرحوم

اور مولانا امین احسن اصلاحی کو بہت کچھ معتقدات وطریقۂ کار میں موافقت تھی۔

مودودی صاحب کی شخصیت کے اُبھرنے کا اصل راز

اور یہ دونوں بزرگ عرصے تک مودودی صاحب کے دست وبازو بنے رہے مولانا مسعود عالم مرحوم نے عربی ادب کے ذریعہ خدمات انجام دیں اور مودودی صاحب کی تحریرات اور کتابوں کے آب وتاب سے عربی تراجم کیئے اور ادبی تربیت کر کے چند شاگردوں کو بھی تیار کر دیا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنے خاص علمی ذوق و انداز سے مودودی صاحب کی تحریک کو پروان چڑھایا، اچھے اچھے رفقاء کار ارباب قلم اور اربابِ فن شامل ہو گئے، کمیونزم کے خلاف اور بعض دینی مسائل پر عمدہ عمدہ کتابیں لکھی گئیں، سود خوری، شراب نوشی، پردہ وغیرہ پر اچھی کتابیں آ گئیں، تفہیمات و تنقیحات میں بعض اچھے اچھے مضامین آئے، جدید نسل کی اصلاح کے لیئے کتابیں تالیف کی گئیں، عرب ممالک میں خصوصاً سعودی عرب کو متاثر کرنے کے لیئے اور وہاں کے شیوخ کو ہمنوا بنانے کے لیئے مختلف انداز سے کام کیا اور کامیاب تدبیریں اختیار کیں اور جو رفقائے کار کے قلم سے معرضِ اشاعت میں آیا اُسے اس انداز سے پیش کیا جاتا رہا کہ یہ سب کچھ مودودی صاحب کی توجہات کا رہینِ منت ہیں، اس سے ان کی شخصیت بننی شروع ہو گئی اور تمام جماعت کے افراد کی تالیفات سے خود جناب نے فائدہ اٹھایا۔ خود عربی لکھنے سے معذور، انگریزی لکھنے سے معذور ہے اور نہ عربی لکھ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے، یہی انگریزی کا حال ہے۔ لیکن جو کتابیں ترجمہ کی گئیں اُن

کے سرورق پر بھی لکھا گیا "تالیفات المودودی"، کہیں یہ نہ لکھا کہ یہ ترجمہ مسعود عالم کا
ہے یا عاصم حداد کا ہے، لوگ یہ سمجھے کہ اردو کا یہ ادیب کیا ٹھکانہ عربی ادب کا بھی امام
ہے، لیکن چند دن گذرے تھے کہ مولانا گیلانی مرحوم اور حضرت سید سلیمان مرحوم متنبہ
ہوگئے کہ یہ تحریرات جدید فتنہ انگیزی کا سامان مہیا کر رہی ہیں، جو کچھ خطابات تھے
اور متکلم اسلام وغیرہ القاب تھے اس کو روک دیا، اور مولانا گیلانیؒ نے "مصدقِ جدید"
میں "خارجیتِ جدیدہ" کے عنوان سے تنقیدی مضمون لکھا۔ علمائے کرام کے زمرے
میں شاید حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے
اپنے مکاتیب میں اس فتنے کی نشاندہی فرمائی، رفتہ رفتہ علمائے امت کچھ نہ کچھ
لکھتے رہے، حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ نے اس وقت جو بھی
مطبوعہ ذخیرہ تھا سب کو مطالعہ فرما کر ایک مبسوط رسالہ مرتب فرمایا لیکن افسوس
کہ طبع نہ ہوسکا، اور اس سلسلے میں ایک مدرس مظاہر العلوم مولانا محمد زکریا قدوسی
صاحب مودودی صاحب کی طرف مائل ہوگئے تھے، ان کی اصلاح کے
پیشِ نظر ایک مکتوب لکھا جو "فتنۂ مودودیت" کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں
شائع ہوگیا ہے۔

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند
بھی، لیکن عرصۂ دراز تک جی نہ چاہا کہ ان کو مجروح کیا جائے اور ان کے جدید
اندازِ بیان سے جی چاہتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اٹھائے، اگرچہ بعض اوقات ان
کی تحریرات میں ناقابلِ برداشت باتیں بھی آئیں لیکن دینی مصلحت کے پیشِ نظر
برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا، لیکن اتنا اندازہ نہ تھا یہ فتنہ عالمگیر صورت اختیار

کرے گا اور اکثر عرب ممالک میں یہ فتنہ بڑی صورت اختیار کرے گا اور دن بدن
ان کے شاہکار قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور
انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے، آخر
"تفہیم القرآن" اور "خلافت وملوکیت" اور "ترجمان القرآن" میں روز بروز ایسی چیزیں
منظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات وتالیفات عہد حاضر کا سب سے
بڑا فتنہ ہیں، اگرچہ چند مفید ابحاث بھی آگئی ہیں" واثمهما اكبر من نفعهما"
والی بات ہے۔ اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سکوت جرم عظیم معلوم ہوتا
ہے، اور چالیس سال جو مجرمانہ سکوت کیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آگیا
ہے کہ بلا خوف لومۃ لائم الف سے یاء تک ان کی تالیفات وتحریرات کو مطالعہ
کرکے جو حق وانصاف ودین کی حفاظت کا تقاضا ہو وہ پورا کیا جائے۔

واللہ سبحانہ ولی التوفیق

(مولانا) محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

رائے عالی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب بنام مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ

(از مکاتیب سلیمان ص ۱۶۵ مطبوعہ لاہور)

چند سطور جماعت اسلامی کے ظاہری چند اصولوں کی تعریف[1] کے بعد حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رح تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے جو اختلاف ہے اور جو چند خطرات ہیں ان کو ظاہر کرتا ہوں :-

(۱) ادعائی لوگوں سے میں چوکنا رہتا ہوں ـــــــ ، ابوالکلام کے ساتھ میرا یہی معاملہ رہا اور مرزا قادیانی کے باب میں علماء سے شروع ہی میں یہی غلطی سالہا سال تک ہوتی رہی جس کا خمیازہ آج تک بھگتنا جارہا ہے۔

(۲) دوسری چیز طرز تعبیر ہے مسائل اسلامیہ کی تشریح عصری اصطلاحات تعبیر نسبتاً آسان ہوجاتی ہے، اس لیے یہ راستہ آسان ہوتا ہے لیکن اس راستہ سے قلب حقائق کا بڑا اندیشہ رہتا ہے اس لیے بڑی احتیاط کی راہ ہے

(۳) دین کو تمامتر سیاسیات و نظام سیاست و عمران بنانے سے یہ ڈر لگتا ہے کہ اس کو اہمیت اس قدر نہ دی جائے یا متاثرہ حلقہ پہ یہ اثر نہ پڑ جائے کہ دین کے وہ اجزا جن کا تعلق دین کے ماورائے مادی حقائق اور عبادات سے

---

[1] اس وقت جماعت اسلامی کا ابتدائی دور تھا "خلافت و ملوکیت" اور "تفہیم القرآن" اور "ترجمان" اگر علامہ دیکھ تو ان کا انداز قلم اور ہی کچھ ہوتا تاہم اپنے آخری ایام زندگی میں جماعت اسلامی سے سخت متنفر ہو گئے اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تائب ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے وطوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہ استغفاراً کثیراً۔

ہے وہ یکسر بے کار اور تہی مایہ معلوم ہونے لگیں، اس اندیشہ کی تھوڑی سی تصدیق آپ کی جماعت کے ایک وکیل صاحب[1] سے، جو کہ بھوپال آباد کی حالیہ مجلس مشورہ میں شرکت کے لیے جا رہے تھے، انہوں نے از راہِ عنایت ندوہ آکر مجھ سے ملاقات کی اور گفتگو کا آغاز اس انداز میں فرمایا جس سے یہ مقصود تھا کہ یہ ظاہری الٹی سیدھی نماز اور روزہ اصل قیام نظامِ دینی کے بغیر بے کار ہیں، میں سمجھا کہ بے چارہ ابھی شدھ ہوا ہے جوش میں اس کو ایسا نظر آیا ہے، بہرحال میرے اندیشے تھے اور رہیں۔

سید سلیمان ندوی رح

رائے عالی شیخ التفسیر حضرۃ مولانا احمد علی لاہوری رح

برادرانِ اسلام! مودودی صاحب کی تحریک کو بہ نظرِ غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب ایک "نیا اسلام" مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور لوگ "نیا اسلام" تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کے در و دیوار منہدم کر کے دکھا دیئے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لیے پھرتے ہو وہ ناقابلِ قبول ہے اور ناقابلِ عمل ہو گیا ہے، اس لیے نئے اسلام کو مانو اور اس پر عمل کرو جو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں۔

---

[1] وہ وکیل صاحب میاں طفیل تھے جو نئے نئے قیمِ جماعت ہوئے تھے۔ (حاشیہ کتاب مکاتیب سلیمان)

اے اللہ! میرے دل کی دعا قبول فرما، مودودی صاحب کو ہدایت فرما اور ان کے متبعین کو بھی اس "جدید اسلام" سے توبہ کی توفیق عطا فرما اور انہیں اپنا محمدی اسلام پھر نصیب فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین

(بحوالہ "حق پرست علماء کی مودودی صاحب سے ناراضگی کے اسباب" صفحہ ۱۴۰)

رائے عالی حضرۃ مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم العالیہ

صدر مفتی دار العلوم دیوبند

(بحوالہ "فتنۂ مودودیت" صفحہ ۱۷ مطبوعہ کراچی)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امّا بعد! رسالہ مبارکہ "فتنۂ مودودیت" حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خط ہونے کے باوجود اہل علم و اہل دین کے لیے مشعلِ راہ ہے، جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خد و خال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا رو پہلا اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب و نظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا، جن حضرات کے پاس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کے لیے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصولِ اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالے کے ذریعے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بسہولت مل جائے گا۔ والتوفیق بید اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ...... احقر (مفتی) محمود الحسن دار العلوم دیوبند سہارنپور

رائے عالی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی

(مدیر ماہنامہ "الفرقان"، لکھنؤ)

ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی کے بارے میں میرا موقف یہ رہا کہ میں اس کے کام اور اس کے نتائج میں خیر کا پہلو غالب سمجھتا تھا، لیکن میرے ایک صاحب علم اور صاحب صلاح دوست جن کا جماعت اسلامی کے بارے میں بالکل وہی خیال اور موقف تھا جو اس عاجز کا تھا، ایک دن لکھنؤ تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جماعت اسلامی کے بارے میں آپ کی جو رائے تھی کیا اب بھی وہی ہے یا اس میں اب کچھ تبدیلی ہوئی ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ میں تو اپنی اسی جگہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اب تک تو میرا خیال بھی وہی رہا، لیکن اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے یہ محسوس ہوتا جاتا ہے کہ شر اور مضرت کا پہلو اتنا ہلکا اور مغلوب نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے رہے ہیں، اس لیے میرے لیے تو یہ کہنا اب مشکل ہے کہ اس میں خیر غالب ہے۔ میں نے اُن سے اس کی تفصیل چاہی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں جماعت اسلامی کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے جو مجھ سے بھی زیادہ بعید نہیں ہے، میں محسوس کرتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا، اب میں مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے اور جو جماعت سے جتنا زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس

لے بحوالہ "جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک" مصنفہ مولانا منظور نعمانی ناشر مولانا قمر الدین صاحب کانپور

خیال میں اتنا ہی راسخ اور پکا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں جماعت
سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر بات ایسی ہی ہے جیسی آپ فرما رہے ہیں اور یہ
ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر اس
میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بڑا شر ہے اور ایسا شر ہے کہ اس کے مقابلے میں اس تحریک
میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا جس کی ہم اب تک قدر کرتے رہے ہیں، جماعت
میں اس خیال کا عام ہونا تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا واقعی یہ
ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر جو
بھی معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان صاحب کی تائید ہی کرتی تھیں۔

اس علم و اندازہ کے بعد سے میں نے جماعت کے بارے میں خیر کے پہلو کو
غالب کہنا چھوڑ دیا، ممکن ہے بعض لوگ اس ذہنیت کی خطرناکی کو پوری طرح نہ سمجھ رہے
ہوں اور اس لیے وہ اسے معمولی سی اور ہلکی بات سمجھیں لیکن جس کے سامنے اس امت مرحومہ
کے گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کی تاریخ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فہم دین کے بارے
میں سلف سے اعتماد اٹھ جانے کے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا، پھر آدمی پرویز
بھی بن سکتا ہے، برق بھی بن سکتا ہے، اور ان سے آگے بھی جا سکتا ہے۔ ہر
گمراہی کی پہلی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ آدمی کا اعتماد فہم دین کے بارے میں سلف سے
اٹھ جائے...... بہرحال اس واقعہ کو قریباً ڈھائی تین برس ہوئے ہوں گے اس
وقت سے جماعت اسلامی کے بارے میں میری رائے میں یہ تبدیلی آئی اور

میں جماعت اسلامی کی طرف سے مدافعت کا جو رویہ تھا وہ ختم ہو گیا اور ذہن نے دوسری طرح سوچنا شروع کر دیا۔

داستانِ عبرت

جماعت اسلامی سے بیزاری اور علیحدگی

مولانا محمد منظور نعمانی (مدیر "الفرقان" لکھنؤ و مصنف معارف الحدیث)

کا خود نوشت مقالہ

(جماعت اسلامی سے مجلسِ مشاورت تک)

(مطبوعہ کانپور)

مولانا محمد منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ کاش ہم لوگوں کی یہ غلطی اور وقت کا ضیاع دوسرے لوگوں کے لیے باعثِ عبرت ہو، جماعت سے الگ ہونے والے حضرات میں غازی عبدالجبار صاحب اور حکیم عبدالرحیم اشرف میرے اُن پرانے دوستوں میں ہیں جن کو میں نے ہمیشہ بہت صالح با خدا اور مخلص جانا ہے۔ اگر سیرتِ مصطفوی اور صفاتِ محمدی کے رنگ و بو سے کسی کی زندگی خالی ہو تو اس کی اچھی اچھی باتیں سنکر اس کے ساتھ جڑنے والوں کا آخر کار غیر مطمئن ہو کر اس کو چھوڑنا بالکل قدرتی بات ہے۔

اللہ کی شان ہے کہ جماعت اسلامی کے ابتدائی دور میں مولانا مودودی نے اس وقت کے اپنے معترضین مولانا عبدالماجد صاحب وغیرہ کو جواب دیتے ہوئے

اپنے جن جن ساتھیوں کا نام لے کر کہا کہ اگر مجھ میں کوئی زیغ ہوتا اور میں فتنہ کی طرف جانے والا ہوتا تو یہ فلاں فلاں جیسے اللہ کے بندے میرے ساتھ کیوں ہوتے، ان سب ہی نے ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑا۔

اس داستان میں خود میرے لیے اور ہر غور کرنے والے کے لیے بڑے بڑے سبق ہیں لیکن سب سے بڑا سبق میرے نزدیک یہ ہے

جماعت اسلامی سے میری علیحدگی میں سب سے بڑا سبق

میرے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی ذہین ہو اور زبان و قلم کی خواہ کتنی ہی طاقت اس کو ملی ہو اور اپنے حسن بیان اور زور قلم سے داد و تحسین کا کتنا ہی خراج وہ اہل زمانہ سے حاصل کر سکتا ہو اور خواہ کتنے ہی ناواقف سادہ لوحوں سے وہ اپنے کو امام و مجدد و عارف و صوفی منوا سکتا ہو لیکن اگر اس میں اخلاص للہ اور تقوی نہیں ہے اور اس کی سیرت اور اس کے ظاہر و باطن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ و بو کا اگر اتنا حصہ بھی نہیں ہے کہ علم و بصیرت رکھنے والے اہل ایمان کے لیے اس کی شخصیت میں کشش اور دلوں کو اطمینان کا سامان اور جو صاحب ایمان اس کے قریب جائے وہ قریب تر ہوتا چلا جائے تو اپنی کا خدا کی تائید چلا سکتے میں خواہ وہ کتنا ہی کامیاب ہو، کوئی بڑا کام ہوتا تو درکنار وہ کام کے آدمیوں کو بھی اپنے ساتھ جوڑ نہ سکے گا اور اس کی اچھی اچھی باتوں سے متاثر ہو کر جو اس سے جڑیں گے وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا رنگ و بو نہ پاکر جلدی یا بدیر ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہوں گے بشرطیکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے رنگ و بو سے آشنا اور اللہ تعالےٰ کی رضا طلبی میں صادق و مخلص بھی ہوں، اس عاجز نے اللہ کی توفیق سے اس کے ایسے بہت سے بندوں کو پایا ہے جن کو نہ تو بہت اچھی اچھی باتیں کرنی آتی ہیں اور نہ وہ صاحبِ قلم ہی ہیں لیکن جو شخص صدقِ طلب کے ساتھ ان سے قریب جاتا ہے وہ اس اطمینان سے ان سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے کہ یہ اللہ کے مخلص اور صادق بندے ہیں اور ان کی سیرت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ و بو ہے۔

مولانا منظور نعمانی صاحب کی جماعت اسلامی میں شرکت کا سبب

از مولانا قمر الدین مدیر ماہنامہ "نظام" و ناشر "مکتبہ نظام" کانپور کا دیباچہ

(جماعت اسلامی سے مجلسِ مشاورت تک)

یہ ایک دردناک کہانی اور داستانِ عبرت ہے اس عظیم شخصیت کی جو میدانِ مناظرہ کا شہسوار رہ چکا ہو جس کے معرکۃ الآراء مضامین علمی دنیا میں مقبولیت حاصل کر چکے ہوں اور جس کی تقریروں نے خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے بہت سے لوگوں کو بیدار کر دیا ہو، لیکن یہی عظیم شخصیت جب اپنے اکابر و اسلاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتی ہے اور خود رائی پر آمادہ ہو کر ایک ایسے شخص سے بیعتِ امارت کے لیے ہاتھ بڑھا دیتی ہے جس نے کبھی چھوٹا بن کر اپنے نفس کی اصلاح و تزکیہ باطن کی ضرورت نہیں محسوس کی تو اسے شہادتِ زور اور گمراہی کی کن کن تاریک وادیوں میں بھٹکنا پڑتا ہے۔

اسی وجہ سے مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے فرمایا کہ اس داستان میں خود میرے لیے اور ہر غور کرنے والے کے لیے بڑے بڑے سبق ہیں اور سب سے بڑا سبق جو مولانا نے حاصل کیا وہ مفصل اس سے قبل موصوف ہی کی تحریر میں درج ہو چکا ہے اور جس کو آپ پڑھ چکے ہیں)

مولانا منظور نعمانیؒ کی گفتگو مولانا مسعود عالم ندویؒ سے

(جس زمانے میں کہ دونوں جماعت کے سرگرم رکن تھے)

میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اس کو توجہ سے سنیں :-

دنیا میں کسی انقلاب کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں ایک ظاہری اسباب و وسائل اور دوسرے اللہ تعالے کی خاص نصرت، یہ تو ظاہر ہے اسباب و وسائل کے لحاظ سے ---- ہم آپ خالی ہاتھ ہیں، اس کے لیے اگر کچھ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالے کی خاص نصرت ہی سے ہو سکتا ہے اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ "نصرت خداوندی" ایسی ارزاں نہیں ہے اس کی مستحق وہی امت و جماعت ہو سکتی ہے جس کا اللہ سے خاص قسم کا تعلق ہو، میرا علم و اندازہ یہ ہے کہ اس چیز کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور بس ذہنی و فکری اصلاح اور زندگی کے کچھ ظاہری پہلوؤں کی اصلاح ہی کو سامنے رکھ لیا گیا ہے، موصوف میری اس گفتگو پر آبدیدہ ہو گئے اور انہوں نے بڑے گہرے تاثر کے ساتھ کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ اس کمی کو ہم خود اتنا محسوس کرتے ہیں کہ میں اور غازی عبدالجبار صاحب تنہائیوں میں اس موضوع پر باتیں کر کے بارہا روئے ہیں، اس کے بعد

۱۰

موصوف نے اظہار فرمایا کہ اس سلسلے میں ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جماعت میں سب سے زیادہ مؤثر مقبول و محبوب شخصیت مولانا مودودی کی ہے اور ان ہی کی ذات جماعت میں معیار اور نمونہ بن گئی ہے اور ان کو اس طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔

(از جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

رائے عالی جناب علامہ سید ابوالحسن علی ندوی (ندوہ لکھنؤ)

(حاشیہ کتاب از "منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" صفحہ ۲۲)

(ابوالحسن علی ندوی۔ مطبوعہ کراچی)

مودودی صاحب کی عبارت (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں صفحہ ۸)

"لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصلی معنی جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لیے خاص ہو گیا" پھر اس کے وجوہ و اسباب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لیے مشکل ہو گیا۔"

تبصرہ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مودودی صاحب کی عبارت مذکورہ پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طویل مدت میں یہ کتاب غفلت اور جہالت کی نذر رہی۔ اس کے حقائق کو سمجھا نہیں جا سکا اور نزول کے تھوڑے سے ہی مدت کے بعد اس سے استفادہ

غور سے پڑھیں

کا سلسلہ منقطع ہو گیا، یہ تصویر قرآن کریم کی آیت مبارکہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ (ترجمہ) ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت یعنی قرآن اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں "..... کے خلاف ہے، کیونکہ فضل و احسان کے موقع پر حفاظت کا وعدہ ہیں اس کے مطالب کا فہم، ان کی تشریح، اس کی تعلیمات پر عمل اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہوتا ہے، اور ایسی کتاب کی کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے جو طویل مدت تک معطل پڑی رہے نہ سمجھی جائے نہ اس پر عمل کیا جائے — نیز اللہ تعالے نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا :-

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝

(سورۃ القیمۃ پ ۲۹)

اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

غور و فکر کا یہ انداز جسے دور حاضر کے بعض مفکرین اپنا پر داز اختیار کر رہے ہیں، اس ابدی انقلاب آفرین صلاحیتوں اور کارناموں سے بھرپور امت پر ایک طویل المیعاد فکری قحط اور ذہنی و عملی تعطل کا الزام عائد کرتا ہے، جو ورثت اپنی زندگی کی بہترین مدت میں برگ و بار نہ لائے اور بے حاصل اور بے ثمر پڑا رہے اس کی افادیت اور صلاحیت مستقل طور پر مشکوک ہو جاتی ہے اور مستقبل میں بھی بھلائی کی امید کرنی مشکل ہے۔ نتیجہ اگرچہ بادی النظر میں کچھ زیادہ اہم اور سنگین نہ معلوم ہو لیکن اس کے اثرات ذہن و دماغ اور طرز فکر پر بڑے گہرے اور دور رس ہیں، اس لیے کہ یہ اس امت کی صلاحیت ہی میں

شک و شبہ پیدا کر دیتا ہے جو نہ صرف دین و پیغام کی حامل ہے بلکہ اس کو دنیا میں پھیلانے، اس کی تشریح کرنے اور اس کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور اس سے امت کی گذشتہ تاریخ اس کے مجددین، مصلحین اور مجتہدین کے علمی و عملی کارنامے بھی مشکوک اور کم قیمت ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لیے بھی یہ بات بڑی مشتبہ ہو جاتی ہے کہ جو کچھ کہا گیا اور سمجھا گیا وہ صحیح ہے اور جو کچھ کہا جائے گا اور سمجھا جائے گا وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے، اس سے ظاہر و باطن، مغز و پوست کے اس فلسفہ اور دینی حقائق کو ایک نہایت عسیر الفہم معمہ اور چیستاں قرار دینے کی سعی کو شہ ملتی ہے جس سے باطنیوں کے مختلف فرقوں نے مختلف زمانوں میں فائدہ اٹھایا۔

یہ اس علمی حقیقت اور عقیدے کے بھی خلاف ہے کہ یہ دین اس نسل کو صرف کتابی شکل ہی میں نہیں ملا بلکہ ایک نسل نے دوسری نسل تک اس کے الفاظ و مفاہیم بلکہ طریق عمل تک کو منتقل کیا ہے اور توارث کا یہ سلسلہ لفظ و معنیٰ دونوں میں جاری رہا، نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا "الکتاب المبین" اور "عربی المبین" کے الفاظ سے یاد کیا، اور ایک جگہ اس کی آیات کے محکم اور مفصل ہونے کا ذکر کیا ہے، یہ صفات اور تعریفیں بھی اس خیال کے منافی ہیں کہ قرآن مجید کے بنیادی حقائق طویل عرصہ تک پردۂ اخفاء میں رہے۔

رائے عالی مولانا عبد الباری صاحب ندوی رح (لکھنؤ)

مولانا منظور نعمانی صاحب اپنی خود نوشت غلطی اور توبہ میں جسکو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں)

لکھتے ہیں کہ مجھے یاد آتا ہے کہ جماعت اسلامی کے ابتدائی دور میں جب یہ
عاجز پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اس میں شریک بلکہ اس کا داعی تھا مولانا
عبدالباری صاحب ندوی نے (جب کہ میرا اُن سے کوئی تعلق و رابطہ بلکہ تعارف
بھی نہ تھا محض للہی خیر خواہی سے) مجھے ایک خط لکھا جس کا حاصل اب یہ یاد رہ
گیا ہے کہ کم از کم تمہیں اس حقیقت سے ناواقف نہ ہونا چاہیئے کہ جس شخص
نے کبھی صغیر (چھوٹا) بن کر اپنی اصلاح کا سبق نہ لیا ہو اس کا اصلاح کامل کے لئے
اونچے دعوؤں کے ساتھ کبیر (بڑا) بن کر کھڑا ہو جانا خیر و صلاح کا باعث کہاں تک
ہو سکتا ہے؟

مولانا عبدالباری ندویؒ کا دوسرا بیان

بلاشبہ جماعت کے بانی اور بہت سے اساطین خود علمی و عملی تربیت و
صحبت سے محروم اور نرے کتابی علم و ذہانت کے زور میں کہیں سے کہیں نکل گئے
اور بہت سی مہلک بے اعتدالیوں کا شکار ہو کر اپنے اور دوسروں کے لیے
نیم ملاں خطرہ ایمان بن گئے ہیں ؎

صورت مذہب کہ می سازند تحسین می کنم
معنی دیں را کہ می سوزند خلق آگاہ نیست

(بحوالہ جماعت اسلامی سے مخالفت کیوں ص ۲۷)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد و سابق شیخ الحدیث دار العلوم کراچی

از کتاب "مودودی اور ایک ہزار علمائے امت" ص۴۵

(مطبوعہ ملتان)

سوال: آج کل جماعت اسلامی بظاہر بہت کام کر رہی ہے مگر اس کے باوجود علمائے کرام مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب منہ الصدق والصواب | مودودی صاحب اور ان کی جماعت سے متعلق چند امور مختصر طور پر پیش کیے جاتے ہیں، اس کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیں کہ ان کے ساتھ تعلق جائز ہے یا نہیں؟

(۱) اس جماعت سے جو بھی وابستہ ہو خواہ ابتداءً وہ سیاسی حد تک وابستہ ہوا ہو وہ چند روز میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید سے نکل کر مودودی صاحب کا مقلد ہو جاتا ہے، اور خود مودودی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ مقتداء کے خیالات سے الگ رہنا مشکل ہے۔

(۲) مودودی صاحب نے (رسائل و مسائل جلد اوّل میں) لکھا ہے کہ اہل علم کے لیے تقلید کرنا گناہ بلکہ گناہ سے بھی شدید تر ہے..... تو گناہ سے بڑھ کر تو کفر ہی ہوتا ہے سو اگر مودودی صاحب کا یہی مطلب ہے تو مسلمانوں کا سوادِ اعظم جس میں بڑے بڑے جلیل القدر محدثینؒ، فقہاؒ، صوفیاؒ اور اولیاؒ گذرے ہیں

اور اب بھی ہیں (جس میں شیخ عبد القادر جیلانی رح، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
شاہ اسمٰعیل شہید رح، حضرت مجدد الف ثانی رح، حضرت نانوتوی رح، حضرت گنگوہی رح، حضرت تھانوی رح
حضرت مدنی رح، حضرت عثمانی رح، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رح، حضرت
رائے پوری رح، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رح اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رح (۴)
بھی شامل ہیں) مودودی صاحب کے یہاں سب کے سب کافر ہیں،
العیاذ باللہ (کیونکہ یہ سب مقلد ہیں) اور اگر رد تقلید کا جوش ہوش پر غالب آ
جانے سے یہ جملہ بے معنی نکل گیا تو بھی مودودی صاحب کے یہاں سب
مقلدین گناہ کبیرہ اور حرام کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ضرور ہوئے تو محدثین،
فقہاء اور صوفیاء بلکہ سواد اعظم کی تفسیق کرنے والا کیوں فاسق نہ ہوگا؟ (۵)

(۳) مودودی صاحب کے اعتراضات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ
انبیاء کرام علیہم السلام بھی محفوظ نہیں ہیں، اسلاف کی شان میں ان کا لٹریچر
بھرا پڑا ہے، ایسی حالت میں علمائے کرام مودودی صاحب پر اعتراض کرتے
ہیں تو یہ قبیح کیوں ہے؟

علماء کے اعتراضات سے بچنا تو مودودی صاحب کے اختیار میں
ہے، وہ اسلاف کے حق میں گستاخیوں سے باز آجائیں اور جو لکھ چکے
ہیں اس سے توبہ کا اعلان کر دیں تو علماء کے اعتراضات خود ہی ختم ہو (۶)
جائیں گے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ تو اکابر دین پر اعتراضات کی اشاعت
میں سرگرم رہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہ کرے، کوئی شخص کسی بھری مجلس

میں جا کر اہل مجلس کے آباؤ اجداد کو گالیاں دینا شروع کرے اور پھر ان
لوگوں سے اپنے اعزاز و احترام کی امید رکھے اس سے بڑی حماقت
کیا ہو گی ؟

(۴) مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ نبی ؐ کے سوا تنقید سے کسی کو بالاتر
نہ سمجھے لیکن خود جماعت کے افراد مودودی صاحب کو تنقید سے بالاتر
سمجھتے ہیں اور مودودی صاحب کے کسی مسئلہ کو (جنمیں کہ صحابہ کرام رض پر
طعن و اعتراض کو) غلط کہنے کے لیے تیار نہیں، گویا وہ ان کی عصمت
کے قائل ہیں ؟

(۵) مودودی صاحب کا اہل حق سے اصولی اختلاف ہے، مودودی صاحب
کے ہاں قرآن مجید و حدیث شریف کا مفہوم سمجھنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کی کوئی احتیاج نہیں، حالانکہ صراط مستقیم کی تفسیر میں صراط اللہ یا
صراط رسول یا صراط قرآن کی بجائے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
فرمایا گیا ہے یعنی صراط مستقیم کا تعین کرنے والی منعم علیہم کی ایک
جماعت ہے۔

(۶) مودودی صاحب نے "خلافت و ملوکیت" لکھ کر اپنے اندرونی بغضِ صحابہؓ
کا زہر اگل دیا ہے، اس کتاب کو دیکھنے کے بعد بھی مودودی صاحب
کے بغضِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر جن کو یقین نہ آئے تو یہ دلیل ہے کہ خود اس شخص
کے اندر بھی بغضِ صحابہؓ ہے۔

مودودی صاحب اور تخریب اسلام

از حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

(مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد ۴ کراچی و سابق شیخ الحدیث دار العلوم کراچی)

سوال :- مودودی صاحب اور ان کی جماعت شفاخانوں اور دوسرے رفاہی کاموں اور منظم تحریک کے ذریعہ عوام میں جاذبیت پیدا کر رہی ہے اور اکثر نوتعلیم یافتہ لوگ صرف انہی خوبیوں کو دیکھ کر اسے صحیح اسلامی جماعت سمجھتے ہیں اور ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، لہذا مفصل بیان فرما کر امت مسلمہ کی رہبری فرمائیں کہ کیا جماعت اسلامی واقعتاً وہی اسلام پیش کرتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور کیا صرف مذکورہ بالا خوبیوں کو حقانیت کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے ؟

اگر یہ جماعت صحیح راستہ پر نہیں تو اس سے متعلق مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں :-

(۱) کیا ان کا شمار اہل سنت میں ہے ؟

(۲) ان کے ساتھ تعاون جائز ہے ؟

(۳) ان میں رشتہ کرنا جائز ہے ؟

(۴) ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

بینوا و توجروا

الجواب بسم ملهم الصواب

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین، آمین

آج کل لوگوں نے حسن نظم، حسن اخلاق، ایثار و ہمدردی، اہتمام اعمال اور جراءت و ہمت کو معیارِ حق سمجھ لیا ہے چنانچہ جن افراد یا جن جماعتوں میں یہ صفات پائی جائیں لوگ ان کو اہل حق سمجھ کر ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لہٰذا خوب سمجھ لیں کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی معیارِ حق نہیں بن سکتی۔ یہ امر اگرچہ ایسا بدیہی ہے کہ ہر انسان کی عقل اس کا فیصلہ کر سکتی ہے، معہٰذا مختصراً عرض کرتا ہوں:۔

معیارِ حق کی تعیین میں مغالطہ

اگر حسن نظم کو معیارِ حق قرار دیا جائے تو برطانیہ اور امریکہ وغیرہ کے لوگ سب سے زیادہ اہل حق ہوں گے، اسی طرح عیسائی مشنریاں اور قادیانی جماعت جس حسن نظم سے کام کر رہی ہے کوئی مسلم جماعت ایسی منظم نہیں، اسی طرح حسن اخلاق اور ایثار و ہمدردی جس حد تک عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں میں ہے کسی مسلم جماعت میں نہیں، عیسائی مشنریاں شفاخانوں اور گھی اور دودھ کے ڈبوں اور مختلف چیزوں کی تقسیم، روپے اور ملازمت کے لالچ میں لوگوں کو

عیسائی بنا رہی ہیں، اسی لیے اچھوت قومیں عیسائی مذہب اختیار کر چکی ہیں، یہی طریقہ عیسائیوں سے قادیانیوں نے سیکھا، بہت سے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات وقف کر رکھی ہیں، ان کے مکانوں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ مریض کے گھر جا کر بلا فیس معائنہ کیا جاتا ہے، تقسیم کے ایام میں بعض قادیانیوں کو دیکھا کہ منوں کی مقدار میں روزانہ مہاجرین میں تازہ دودھ تقسیم کرتے تھے، یہ ایک دو دن کا واقعہ نہیں بلکہ کئی مہینوں تک ان کا یہ معمول دیکھا گیا۔ عیسائی مشنریاں ڈبے کا دودھ تقسیم کرتی ہیں مگر قادیانی اس سے بھی بڑھ کر تازہ دودھ تقسیم کرتے رہے تو کیا یہ عیسائی اور قادیانی اہلِ حق ہو سکتے ہیں؟ انہی عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں کے طریقۂ تبلیغ کی تقلید بعض مسلم جماعتیں بھی کرنے لگیں، یہ لوگ شفاخانوں اور مختلف مواقع پر امدادی فنڈوں اور تعاون کے ذریعہ لوگوں کو متاثر کرنے کی سعی کرتے ہیں، شرعی نظر سے نہ صرف یہ کہ یہ چیز معیارِ حق نہیں بلکہ سرے سے یہ طریقۂ تبلیغ غلط ہے، آپ نے کوئی احسان یا طمع دلا کر کسی کو اپنی طرف مائل کر لیا تو ایسے شخص کا کیا اعتبار؟ کل کوئی دوسری جماعت اسے کوئی بڑی طمع دے کر اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ ایسے ہی اہتمامِ اعمال بھی معیارِ حق نہیں بلکہ خوارج کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی جس کی صداقت کو دنیا نے دیکھا فرمایا کہ یہ لوگ ایسے عابد و زاہد ہوں گے کہ تم ان کی عبادت کے سامنے اپنی عبادت کو حقیر سمجھنے لگو گے، اور فرمایا کہ یہ لوگ ہر وقت تلاوتِ قرآن سے رطب اللسان رہیں گے مگر لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یعنی قرآن کا اثر ان کے قلوب کی طرف تجاوز نہ کرے گا، یا یہ کہ ان کی تلاوت سماءِ قبول کی طرف

بلند نہ ہو گی، ان کے منہ ہی میں رہے گی۔ جار اللہ زمخشری کو جار اللہ اسی لیے کہا
جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لیے دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر بیت اللہ میں معتکف ہو
گئے تھے تو کیا معتزلہ و خوارج کے اہتمام اعمال کی وجہ سے ان کو کوئی اہلِ حق کہہ
سکتا ہے؟ یوں ہی جرأت و ہمت سے متعلق غور فرمائیے کہ کفار ہمیشہ کس جرأت و
ہمت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کا
لونڈیاں بنانا گوارا کیا، بچوں کو غلام بنایا اور خود غلامی کا طوق پہنا، سلطنتیں قربان
کیں، املاک چھوڑیں اور اپنی جانیں دیں، کوئی بڑی سے بڑی آفت ان کو اپنے
اور نظریہ سے ہٹا نہ سکی، ابو طالب کی جرأت دیکھئے مرتے وقت بھی یوں
کہتے ہیں کہ "اخترت النار علی العار" میں آبائی دین چھوڑنے کی عار
پر نارِ جہنم کو ترجیح دیتا ہوں، غور کیجئے کتنی بڑی جرأت ہے، معلوم ہوا کہ
جرأت و ہمت اور استقلال کو معیارِ حق قرار دینا غلط ہے، حقیقت یہ
ہے کہ ایثار و ہمدردی، خدمتِ خلق، حسنِ اخلاق، حسنِ نظم اور ہمت و
جرأت، اہلِ حق کی صفات ہیں جن کو غیر اہلِ حق نے اختیار کر لیا جیسے کہ
غیر اہلِ حق کی صفات کو اہلِ حق اختیار کیے ہوئے ہیں، تو صفاتِ مذکورہ
بلاشبہ صفاتِ محمودہ ہیں اور اہلِ حق کی صفات ہیں مگر حق کا معیار نہیں
کہ جس میں بھی یہ صفات ہوں اسے اہلِ حق سمجھ لیا جائے، کچھ لوگ اسی
لیے بھی ایسی جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے ہاں دین
بہت سستا ہے، جب کہ مولوی کا دین مشکل ہے، غیر شرعی لباس اور
وضع قطع اور تشبہ بالنصاریٰ کے ہوتے ہوئے اور سینما بینی جیسے جرائم میں

مبتلا ہوتے ہوئے مولوی کسی کو دیندار نہیں کہہ سکتا مگر بعض جماعتوں نے دین اتنا سہل کر دیا ہے کہ آپ داڑھی کٹاتے ہوں، سر پر انگریزی بال ہوں انگریزی لباس پہنتے ہوں، پائجامہ ٹخنے سے نیچے رہتا ہو، سینما بھی دیکھتے ہوں، یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی آپ دیندار مسلمان بلکہ پوری دنیا کے صالح ترین اور متقی مسلمان بن سکتے ہیں ۔

حج کعبہ بھی کیا اور گنگا کا اشنان بھی
راضی رہے رحمان بھی اور خوش رہے شیطان بھی

جب تک کہ کوئی شخص زکوٰۃ اور چرم قربانی و صدقۃ الفطر صحیح مصرف پر نہ لگائے اس وقت تک وہ مولوی کی نظر میں دیندار نہیں مگر اس جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ آپ جماعت کو زکوٰۃ دے دیں آگے جماعت خواہ اس سے مکانات تعمیر کرے یا ڈاکٹروں کو تنخواہ دے، شفاخانے چلائے الیکشن لڑے، دیکھئے کتنا آسان دین ہے کہ آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی اور الیکشن وغیرہ کی ضروریات بھی پوری ہو گئیں ۔

کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟

صاحبو! ہوش میں آؤ! کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟ اگر آسانی اور سہولت ہی آپ کے ہاں معیارِ حق ہے تو آپ اسلام ہی کیوں نہیں چھوڑ دیتے تاکہ ہر قید سے آزاد ہو جاؤ، اور اگر اسلام کا نام باقی رکھتے ہوئے آزاد ہونا ہے تو پرویزی مذہب میں بھی بہت آسانی اور سہولت ہے نہ وہاں نماز روزہ کی پابندی اور نہ محرمات سے بچنے کی قید۔ اعاذنا اللہ منہ

معیارِ حق

آیاتِ بینات

اب سنیئے کہ حقیقت میں معیارِ حق کیا چیز ہے؟

ارشادِ قرآنی ہے:-

(۱) اھدنا الصراط المستقیم ۵ صراط الذین انعمت علیھم ۵ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ۵

اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی تفسیر صراط القرآن یا صراط اللہ یا صراط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں فرمائی، اس لیے کہ لوگ اس کی تعیین میں اختلاف کرتے لہٰذا فرماتے ہیں "صراط الذین انعمت علیھم" کہ یہ منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے، یہ جماعت صراطِ مستقیم کی تعیین کرے گی، بلکہ عربیت کا قاعدہ ہے کہ بدل مقصود بالنسبۃ ہو اور مبدل منہ کو صرف اسم اشہر ہونے کی وجہ سے ذکر کر دیا جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ طلبِ ہدایت میں اصل مقصود منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے، صراطِ مستقیم اسی کا دوسرا نام ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اپنی تفہیم میں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے، اسی طرح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تفہیم میں رجال اللہ (منعم علیہم جماعت) کی محتاج ہے "ہم اس جماعت سے مستغنی ہو کر قرآن و حدیث سمجھنے کے مجاز نہیں"

غرضکہ جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اسوۂ حسنہ صراطِ مستقیم ہے، پھر

ان سے بلا واسطہ اس طریق کو سمجھنے والی جماعت تابعین ہے، پھر ان سے نقل کرنے والی جماعت، اسی طرح ایک دوسرے سے قیامت تک بالمشافہ صحیح طریق کو حاصل کرنے والی رجال اللہ کی جماعت کا طریق صراطِ مستقیم ہوگا اور اس کے خلاف جملہ طرق ضلالت اور گمراہی کے راستے ہوں گے، رجال اللہ کی جماعت قرآن وحدیث کی زندہ تصویر اور چلتی پھرتی تفسیر ہوگی۔

(۲) بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۔ (سورۃ العنکبوت ع۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے لیے قرآن کے صحائف کافی نہیں بلکہ اس کا مطلب اور اس کی تفسیر جو رجال اللہ کے صدور میں ہے وہ واجب القبول ہے۔

(۳) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۔ (سورۃ النساء ع۵)

"یشاقق الرسول" پر "یتبع غیر سبیل المومنین" کا عطف تفسیری ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبیل کی تعیین مومنین کی ایک جماعت اپنے قول وعمل سے کرے گی، ان کے راستے سے انحراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے انحراف ہوگا اور موجب جہنم ہوگا۔ (اعاذنا اللہ منہا)

(۴) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ (آل عمران ع۱۲)

اس آیت میں "اخرجت للناس" فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتباع کو واجب اور ان کے طریق کو لوگوں کے لیے حجت قرار دے دیا۔

(۵) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔ (سورۃ البقرہ ع ۱۷) اس میں بھی یہ امر مصرح ہے کہ منعم علیہم جماعت کا راستہ معیار حق ہے۔

(۶) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورۃ البقرہ ع ۲)

(۷) فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۔ (البقرہ ع ۱۶)

ان دونوں آیتوں میں اس کی تصریح ہے کہ ایمان وہ معتبر ہوگا جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے، اس سے ہٹ کر کوئی شخص براہ راست قرآن یا حدیث پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے تو یہ ایمان قبول نہ ہوگا۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے ان میں صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گے، عرض کیا گیا وہ کون سی جماعت ہوگی؟ فرمایا "ما انا علیہ واصحابی" بظاہر "ما انا علیہ" فرما دینا کافی تھا، مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ آگے چل کر کچھ لوگ میرے اصحاب سے مستغنی ہو کر

میرا راستہ تلاش کریں گے، مگر مجھ سے بھی مستغنی ہو کر صراطِ قرآن کی تعیین کریں گے اس لیے "ما انا علیہ" کے بعد "واصحابی" کا اضافہ فرما کر اپنے طریق کی تفسیر فرمادی کہ میرا طریق وہی ہوگا جو کہ میرے اصحابؓ بیان کریں گے، ماورد به القرآن یا ما انزل اللہ کی بجائے "ما انا علیہ واصحابی" فرمانا اور پھر صرف "ما انا علیہ" کو کافی نہ سمجھنا صریح دلیل ہے کہ یہاں قرآن وحدیث کو براہِ راست سمجھنے کی اجازت نہیں۔

(۲) علیکم "بسنتی" وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ۔ اس حدیث میں "سنتی" کے بعد "وسنۃ الخلفاء" کا عطف تفسیری لاکر وضاحت فرمادی کہ میری سنت صرف وہ ہوگی جس کی تعیین خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کریں گے۔

(۳) یحمل ھٰذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین (مشکوٰۃ ص۳۶) یعنی امت میں سلف سے خلف علمِ صحیح کے حامل رہیں گے اور بلا واسطہ ایک دوسرے سے صحیح طریق کی تعلیم پانے والی جماعت ہر زمانے میں موجود ہوگی، جو رجال اللہ سے مستغنی ہو کر براہ قرآن وحدیث سے استنباط و اجتہاد کے شائقین و اجتہاد کی من مانی تاویلات و تحریفات کا قلع قمع کرتی رہے گی۔

(۴) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انی ما ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر و تلد الحافظ ابو نصر القصار فانهما حبل اللہ الممدود فمن تمسک بھما تمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا (رواہ الترمذی وحسنہ وقال فی الباب عن ابن مسعود والطبرانی عن ابی الدرداء منہ واحمد وابن ماجۃ وصححہ ابن حبان والحاکم) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قرآن وحدیث کے اتباع کی بجائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کو فرض قرار دے کر ان کے معیارِ حق ہونے پر مہر ثبت فرمادی۔ فبای حدیث بعدہٗ یؤمنون ۰

(۵) اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ (کنوز الحقائق علی ہامش الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۳۱) اس میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کا حکم فرمایا ہے۔

عقلِ سلیم

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ امر ظاہر ہے کہ حق کا معیار ایک جماعت ہونی چاہیئے جو ہر زمانے میں بلا واسطہ ایک دوسرے سے استفادہ و افادہ کرتی ہوئی آرہی ہو، اس لیے کہ افہام و تفہیم میں چند امور کا ہونا ضروری ہے۔

افہام وتفہیم کے لیے ضروری امور

(۱) مخاطب و متکلم ہم زبان ہوں، غیر اہل لسان کتنی ہی مہارت کیوں نہ پیدا کرے مگر اہل لسان جس حد تک کلام کا مفہوم سمجھتا ہے غیر نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) متکلم کے لہجہ کو سننا، چنانچہ استفہام واخبار میں فرق صرف لہجے ہی کے اعتبار سے ہو سکتا ہے الفاظ دونوں کے یکساں ہوتے ہیں۔

(۳) متکلم کے چہرے، اس کی رنگت، ہیئت، آثار، ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارات کو دیکھنا امر استعجاز یا تہدید کے سبب لیے ہے، یا کہ طلب امور کے لیے اور کلام غضب پر مبنی ہے یا حقیقت پر، یہ جملہ امور متکلم کے لہجہ اور اس کی رؤیت پر موقوف ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت غضب میں فرمایا "سلونی ماشئتم" لوگوں نے فضول سوالات شروع کر دیئے کسی نے سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی نے پوچھا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے وہ کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو غضب سے سرخ ہو رہا تھا، میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ، تب جا کر آپ کا غصہ فرو ہوا۔

(۴) کلام کے محل وقوع کا مشاہدہ، حقیقت لغویہ، اصطلاحیہ، مجاز یا استعارہ، کنایہ یا توریہ، مفہوم کا عموم وخصوص وغیرہ کلام کے محل ورود

ہی اس سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۵) قربِ ظاہری و باطنی (قربِ باطنی سے مراد تعلق و محبت) اور خیالات و نظریات میں اتحاد و یکجہتی، چنانچہ ہر شخص اپنے احباب اور ہم مجلس و ہم مشرب کی بات بہ نسبت دوسروں کے زیادہ سمجھتا ہے۔

انہی معقول و مسلم اصول کی بناء پر جب کوئی صحابی کسی روایت کو بہ تاکید بیان کرنا چاہتے ہیں تو فرماتے ہیں ابصرتہ عینای وسمعتہ اذنای ووعاہ قلبی۔ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرما رہے تھے اس وقت میری دونوں آنکھیں آپؐ کے چہرۂ انور اور اس کے الوان و آثار و تغیرات اور چشم و ابرو کے اشارات اور ہاتھوں کی تعبیر کو دیکھ رہی تھیں اور کلام کے محلِ ورود کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور میرے دونوں کان آپ کے لہجے اور آواز کے نشیب و فراز کو سن رہے تھے، یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا اور اپنے کانوں سے سن رہا تھا بلکہ فرماتے ہیں کہ میں خود آنکھیں اور کان بن رہا تھا، پھر ایک آنکھ اور کان نہیں بلکہ میں ہمہ تن دونوں آنکھیں اور دونوں کان بن کر متوجہ تھا، اس کے ساتھ ہی چونکہ اہل لسان ہوتے اور قربِ ظاہری و باطنی کا شرف بھی حاصل تھا اُن سب خصوصیات کی بدولت آپ کے ارشادات کو میرے قلب نے خوب سمجھا اور الفاظ و معانی کو تغیر و تبدل سے خوب محفوظ کر لیا۔

اب غور فرمایئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اہلِ لسان بھی تھے، براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کو سننے والے، بوقت تکلم

کیفیات اور ارشادات کا مشاہدہ کرنے والے، آیاتِ قرآنیہ کے شانِ نزول اور احادیث کے مواقع ورود کو خوب جانتے والے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب ظاہری و باطنی کے اعلیٰ مقامات پر تھے کہ ان کے درجۂ قرب تک کسی کی رسائی ممکن نہیں، مقربین بارگاہِ الٰہی ہونے کی وجہ سے دربار کی اشارات سمجھنے کی پوری استعداد رکھتے تھے لہٰذا اس جماعت نے جو کچھ صراطِ مستقیم کی تعیین فرمائی اس سے ہٹ کر صراطِ مستقیم کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا واسطہ استفادہ کرنے والی جماعت تابعین رحمہم اللہ کی ہے انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کو بلا واسطہ سنا اور دیکھا اور مشافہتہً صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل کی، اُن کے بعد تبع تابعین نے...... علیٰ ھٰذا القیاس سے بالمشافہ تعلیم و تعلم کے ذریعہ صراطِ مستقیم کی حفاظت کرنے والی جماعت چلی آئی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گی، یہ سلسلہ کبھی بھی کسی زمانے میں بھی منقطع نہیں ہوا۔

اہلِ حق کی جماعت

اسلام میں ایسا وقت آ ہی نہیں سکتا کہ قرآن و حدیث صرف صحائف کی شکل میں رہ جائیں اور ان کے الفاظ و معانی کی حامل کوئی جماعت نہ ہو، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور دین قویم اور صراطِ مستقیم کی حفاظت کرتی رہے گی۔

تو معلوم ہوا کہ معیارِ حق یہ رجال اللہ کی جماعت ہے، جو لوگ ان

کے ساتھ وابستہ ہوں گے وہ اہل حق ہوں گے اور جن افراد یا جماعت نے ان کا دامن چھوڑا وہ خواہ کتنے ہی دعوے اتباع قرآن وحدیث کے کرتے رہیں، اہل حق ہرگز نہیں ہو سکتے، اہلِ حق کا لقب اہل سنت والجماعت اس لیے پڑا کہ یہ لوگ قرآن کو سنّت سے اور قرآن وسنت دونوں کو رجال اللہ کی جماعت سے سمجھتے ہیں۔

جماعت اسلامی کا دجل وفریب

اب ان لوگوں کو ذرا حق وباطل کی اس کسوٹی پر لائیے جن کے حُسنِ نظم وغیرہ سے متاثر ہو کر آپ ان کو اہلِ حق سمجھنے لگے ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی تمامتر مساعی سے مقصد ہی ان رجال اللہ کی جماعت سے انحراف اور انکے متعین کردہ صراطِ مستقیم کی مکمل تخریب اور اس کے بعد اپنے جدید اسلام کی تعمیر ہے، اور یہ ہم ان کے اقوال اور طرزِ عمل سے صرف استنباط کی بناء پر نہیں کہتا بلکہ اس پر ان کی صریح عبارات موجود ہیں کہ ہم مکمل طور پہ تخریب کے بعد جدید تعمیر کرنا چاہتے ہیں، حوالہ جات انشاءاللہ تعالیٰ آگے آئیں گے۔

تخریبی کارروائی

اب تخریبی کارروائی سنیئے: ان کا عقیدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم معیارِ حق نہیں، قرآن وحدیث کو براہِ راست سمجھنا ضروری ہے

قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے نہ صرف یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ضرورت نہیں بلکہ (معاذ اللہ) اس کا جواز ہی نہیں۔ ہم قرآن و حدیث کو تو براہ راست اپنے علم و فہم سے سمجھیں گے۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوانح کا مطالعہ کیا تو اس کو قرآن و حدیث کے مطابق پایا۔

غور فرمائیے کہ قرآن و حدیث کی نصوص مذکورہ بالا اور دلائل عقلیہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ تم اپنے علم اور نظریات کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی کسوٹی پر پرکھو، مگر یہ لوگ اس کے بالکل برعکس یوں کہتے ہیں کہ ہم صراطِ مستقیم کی تعیین تو خود براہِ راست قرآن و حدیث سے اپنے علم و فہم کے ذریعہ سے کریں گے، پھر ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اسلوب کی صحت و سقم کو اپنے نظریہ کی کسوٹی پر پرکھیں گے ہم اپنے نظریہ کا امتحان لیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کی بجائے ہم صراطِ مستقیم کی تعیین تو خود کر کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا امتحان لیں گے کہ وہ اس پر ہیں یا نہیں (اعاذنا اللہ منہ) پھر اس امتحان میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) مودودی صاحب کے علم و فہم کی کسوٹی اور نظرِ نقاد کے معیار پر پورے نہ اتر سکے، چنانچہ فرماتے ہیں :-

"بسا اوقات صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا" (تفہیمات طبع چہارم صفحہ ۲۹۴)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک دوسرے کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ اس میں لفظ

"بسا اوقات" قابلِ توجہ ہے، یعنی کوئی شاذونادر نہیں بلکہ (معاذاللہ) اکثر و بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔

اولاً تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بشری کمزوریاں ثابت کرنے کے لیے ایک غیر معتبر کتاب کی بے سند روایات پیش کر رہے ہیں، تعجب ہے کہ صحیح بخاری کی صحیح و صریح حدیث کا تو سرے سے انکار کرتے ہیں اور جن احادیث صحیحہ کو تسلیم بھی کرتے ہیں اُن سے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے زیادہ سے زیادہ گمانِ صحت حاصل ہو سکتا تھا نہ کہ علم یقین (اس کا حوالہ انشاء اللہ عنقریب آئے گا) مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور ان کی بشری کمزوریوں کو اچھالنے کے لیے قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ اور تمام امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف بے سند روایات کا سہارا لے رہے ہیں، قرآن کریم کا فیصلہ ہے وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ (سورۃ الحدید رکوع ۱) دوسری جگہ فرماتے ہیں:

والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ---- الخ (سورۃ الفتح رکوع ۳)

معلوم ہوا کہ کتب سابقہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب مذکور ہیں، تعدیلِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق نصوص اس قدر کثرت کے ساتھ ہیں کہ سب کا احصاء مشکل ہے، اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے "الصحابۃ کلھم عدول" مگر ان سب کے مقابلے میں بے سند روایات لا کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کمزوریاں محض تخریبی کارروائی کی غرض سے بیان کی جا رہی ہیں۔

ثانیاً یہ کہ لفظ "کذب" عربی زبان میں اور احادیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، یہ جھوٹ کے علاوہ خطاء اور کسی کام سے تخلف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، کسی صحابیؓ نے اگر کہیں دوسرے صحابیؓ کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے تو اس کے معنی خطاء اجتہادی کے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ جو کام کرنا چاہتے تھے اس پر قدرت نہ پانے کی وجہ سے متخلف ہے، نگران کی تحریب مکمل نہیں ہوتی جب تک کذب یعنی جھوٹ کی نسبت حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہیں کرتے۔

(بندہ کی اس تحریر کے بعد مودودی صاحب نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی ہے جس کے بعد بھی مودودی صاحب کے بغض صحابہؓ پر یقین نہیں آتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ خود اس کے دل میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض اور عداوت ہے)

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت مٹانے اور اس مقدس جماعت سے متعلق دلوں میں شکوک وشبہات اور بغض و نفرت پیدا کرنے کا جو کارنامہ تنہا مودودی صاحب نے انجام دیا ہے، شیعہ کی پوری جماعت اپنی پوری مدۃ العمر میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کر سکی۔

مودودی صاحب سے قبل کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی صحابی سے بغض رکھتا ہو مگر آج مودودی صاحب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس مہلک زہر سے مکمل طور پر مسموم کر دیا ہے۔ (منہ)

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اِس سے بھی بڑھ کر ان کی تخریبی کارروائی انبیاء کرام علیہم السلام سے شروع ہوتی ہے، فرماتے ہیں :-

"عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لوازم ذات سے نہیں، اور ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں!"[1]

کیا کوئی نبی کا حکم یا فیصلہ قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے جب کہ ہر امر و نہی کے ساتھ یہ احتمال موجود ہو کہ شاید اس وقت عصمت اٹھالی گئی ہو، حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض اجتہادی خطائیں ہوئیں جن پر بعد میں مطلع کر دیا گیا، اور خطاء اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے، کوئی گناہ نہیں کہ عصمت کے منافی ہو۔

مودودی صاحب کی عصمتِ انبیاء علیہم السلام پر دست درازی سے جب مسلمانوں میں ہیجان بپا ہوا تو اپنے اس دعویٰ کے اثبات کے لیے اس خاک بدہنش نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے گناہوں کی ایک فہرست مرتب کر ڈالی، مجھے تو اس میں سے کوئی گستاخی نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی کوئی صاحب

---

[1] تفہیمات جلد ۲ ص ۵۶ طبع ششم، پاکستان

بطور نمونہ دیکھنا چاہیں تو "تفہیم القرآن" میں حضرت آدم، حضرت داؤد، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کی شان میں اور "ترجمان القرآن" جلد ۲۹ عدد ۴ ص۵ اور "رسائل و مسائل" ج ۱ ص۳۱ طبع دوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں دریدہ دہنی ملاحظہ فرمائیں، مگر مودودی کی اس عیاری سے ہوشیار رہیں کہ وہ ہر جدید ایڈیشن سے ایسی گستاخی کو چپکے سے اڑا دیتا ہے جو مسلمانوں کے لیے ناقابلِ تحمل ہو، مگر اس سے توبہ کا اعلان نہیں کرتا۔

مودودی صاحب کا عقیدۂ تحریفِ قرآن

تحریفِ قرآن سے متعلق شیعوں کی روایات مختلف ہیں:۔

پورے کا پورا قرآن غائب، ۲/۳ غائب، ۱/۳ غائب، شیعوں کے لیے یہ زہر مسلمانوں کے حلق میں اتارنا بہت مشکل تھا، مگر دیکھیے مودودی صاحب قرآن ۲/۳ سے زیادہ بلکہ پورا غائب ہونے کے عقیدہ کو کس چابکدستی اور دجل، عیاری و تلبیس کے ذریعہ شوگر کوٹیڈ بنا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو نگلوا چکے ہیں کتنی آسانی سے کامیاب ہو گئے ہیں، فرماتے ہیں:۔

"بعد میں صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ (الٰہ، رب، دین، عبادت) کے وہ اصلی معنی جو نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے، یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لیے خاص ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لیے مشکل ہو گیا...... پس یہ حقیقت

ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے[1]"

حدیث بکواس ہے

اب حدیث کی نسبت ذرا کلیجہ تھام کر سنیئے، فرماتے ہیں :-

"اصولِ روایت کو تو چھوڑیئے کہ اس دورِ تجدید میں اگلے وقتوں کی بکواس کون سنتا ہے[2]"

اور سنیئے: "آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیثِ رسولؐ جان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے لحاظ سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں"

اور آگے فرماتے ہیں :-

"دین کا فہم جو ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے اس معاملے میں قوی تر ذرائع سے جو سنت ثابت ہو ہم کو معلوم ہو اس پر بھی نظر ڈالی جائے، علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا لحاظ کئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص۱۴ تا ۱۶ [2] ترجمان القرآن جلد ۴۱ عدد ۲ ص ۱۱۱

طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے ہیں[1]

ذرا جذبۂ تخریب کا اندازہ لگائیے کہ جلیل القدر محدثین اور ائمہ حدیث نے جنہوں نے حدیث کی تنقیح و تنقید، صحیح و سقیم کی تمیز میں عمریں صرف کیں، جن کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد تھے، ہر راوی کی ولادت سے لے کر وفات تک کے مفصل حالات نہ صرف اُن کے پاس محفوظ تھے بلکہ زبانی یاد تھے، انہوں نے اصول روایت اور رواۃ حدیث پر بے شمار ضخیم کتابیں لکھیں اور ایک مستقل فن مدون کیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نومولود بچے کو دیکھا اور سالہا سال کے بعد اس کی جوانی یا بڑھاپے کے ایام میں صرف اس کے پاؤں دیکھ کر پہچان لیا۔ امام ترمذیؒ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک جگہ پر سر جھکا دیا، خادم نے سر جھکانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہاں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں اور اونٹ سوار کے سر پر لگتی ہیں، عرض کیا کہ یہاں تو کوئی ایسا درخت نہیں، فرمایا کہ اونٹ یہیں روک دو اور قرب و جوار سے تحقیق کرو، اگر کبھی ایسا درخت یہاں نہیں تھا تو ثابت ہو گا کہ میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے لہٰذا میں آئندہ حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا، چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعتہً کسی زمانے میں یہاں ایسا درخت تھا، تب آگے چلے ...... ان حضرات کے حافظے کے محیر العقول واقعات کا احصاء متعذر

---

[1] رسائل و مسائل جلد ۲ صفحہ ۲۹۰

ہے، پھر حدیث کی معرفت میں ایک اہم امر یعنی فراست ایمانی و قرب بارگاہِ الٰہی ان میں کس درجہ تھا؟ یہ حضرات تدین و تقویٰ کے مجسمے تھے۔ اُن کی عبادت ملائکہ کے لیے باعثِ رشک تھی، ان کی تمام تر مساعی اور جانفشانیوں کی ایک جنبشِ قلم سے تخریب کر دی اور ان کے مقابلے میں اپنے نفس کو لا کھڑا کیا۔ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک محدثین کی تصحیح کو قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ اسکول میں پڑھ کر ہم نے جو دین کا فہم حاصل کیا ہے وہ حدیث کی صحت و سُقم کا معیار ہوگا۔ اور بھی بہت سے پہلو ہیں جن کا اظہار پر دقت کریں گے، یعنی جس حدیث کی زد ان کے نظریات پر پڑے گی اُسے رد کرنے کے لیے فوراً کوئی اصول وضع کر لیا جائے گا۔ آپ فرمائیے کہ ان میں اور منکرینِ حدیث میں کیا فرق رہا؟ منکرینِ حدیث بھی ہر حدیث کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے خود ساختہ اصولوں سے حدیث کو جانچتے ہیں اُس کے مطابق ہو تو قبول کرتے ہیں ورنہ نہیں، مودودی صاحب کی نظر میں جو حدیثیں صحیح ہیں ذرا ان کا مقام بھی سُن لیں:۔

نحن رجال وھو رجال

فرماتے ہیں:۔

"احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمانِ صحت ہے نہ کہ علم یقین" (ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ صفحہ ۲۶۷)

مطلب یہ کہ اولاً تو حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، حد سے حد اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو کچھ گمانِ صحت ہو سکتا ہے یعنی کچھ خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ حدیث صحیح ہو وہ بھی جب کہ حدیث سے کچھ ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی جائے، الفاظ "حد سے حد" قابل توجہ ہیں، البتہ اگر کسی بے سند روایت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر نصوصِ صریحہ اور اجماعِ اُمت کے خلاف الزام لگائے گئے ہوں اور اُن کی توہین کی گئی ہو تو یہ روایت ضرور واجب القبول ہے اور واجب التشہیر ہے۔

ذرا آگے چلئے، صحیح بخاری کی ایک صحیح[1] مرفوع متصل حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"یہ مہمل افسانہ ہے"[2]

حالانکہ اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری، امام بخاریؒ کی قوتِ حافظہ، تدین و تقویٰ اور فنِ حدیث میں مہارت کی تفصیل بیان کرنے کا نہ موقع ہے نہ ضرورت ہے اس لیے کہ اسے پوری دنیا جانتی ہے کہ آپ نے قبول روایت کے لیے بہت سخت شرائط لگائی ہیں۔ راوی کا مروی عنہ سے جب تک لقاء و سماع ان کے ہاں ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک روایت قبول نہیں فرماتے اگرچہ دونوں کا زمانہ ایک ہو اور لقاء و سماع

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت سارہ کو بہن کہنا اور اس کا پورا قصہ۔ ۱۲ منہ

[2] رسائل و مسائل جلد ۲ صفحہ ۳۶ طبع سوم

کا امکان بھی ہو۔ امام مسلمؒ جیسے امام بخاریؒ پر اس لیے ناراض ہیں کہ انہوں نے قبولِ روایت میں اتنی شدید قیود کیوں لگائیں؟ پھر قوتِ ضبط اور عدالت کے اعلیٰ مقام اور تنقید و تنقیح کے اعلیٰ معیار کے ساتھ یہ معمول تھا کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرما کر دو رکعت نماز استخارہ ادا فرماتے تھے۔

بہر کیف یہ تو امام بخاریؒ ہیں، مودودی صاحب کی تخریبی منجنیق نے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک کو نہ بخشا۔

جماعتِ اسلامی کے سوا سب طریقے غلط ہیں

ایک جگہ پوری امت کی تخریب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریقِ کار کے علاوہ دوسری تمام دعوتیں اور طریقہ ہائے کار سراسر باطل ہیں"۔ (ترجمان القرآن جلد ۲۰ عدد ۲ ص ۱۱۱)

یعنی جماعت اسلامی کے طریق کے سوا باقی سب طریقہائے کار باطل اور غلط ہیں۔

جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟

تخریب ہی تخریب!

اپنے طریقِ کار کی خود وضاحت فرماتے ہیں:۔

"تخریبی تنقید کے بغیر وہ الفت و شیفتگی دور نہیں کی جا سکتی جو لوگوں کو رائج الوقت تخیلات اور طریقہ ہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے، لہٰذا تخریب کے بغیر یا ناکافی تخریب کے ساتھ

نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے۔[1]

کیا اتنی واضح اور صریح عبارت کے بعد کسی کو اس میں کوئی شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تمام تر مساعی اور تگ و دو کا مطلب صرف یہ ہے کہ پوری امت کی تخریب کے بعد اپنے جدید اسلام کی نئی تعمیر کریں۔

مذہب مودودی

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

"میں نہ مسلکِ اہلحدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔"[2]

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ پھر آپ کیا ہیں؟ تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتیبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث، اُس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا، مگر اب چودہ سو سال کے بعد یہ جدید حق معرضِ وجود میں آیا جو اُن پانچوں میں کسی کے ساتھ وابستہ نہیں، بلکہ ان پانچوں کی تخریب کرتا ہے، اپنے سوا تمام تر نظریات اور مسلمانوں کی جملہ جماعتوں کے خیالات اور طریقہائے کار کو باطل بتاتا ہے۔ اب سوال یہ

۱؎ ترجمان القرآن جلد ۳۴ عدد ۲ ص ۱۴۳ ۲؎ رسائل و مسائل جلد ۱ ص ۲۳۵

پیدا ہوتا ہے کہ اس جدید اسلام کے اصول و فروع، قواعد و ضوابط، آئین اور دستور، کتاب و مصنفین، تعلیم و تعلّم کے مدارس و مکاتیب اور اس اسلام کے حامل و محافظ رجال چودہ سو سال تک کہاں تھے؟ اس سے قبل دنیا میں مکاتب و مدارس، تصانیف اور اصول و ضوابط اور پورا نظام اسلام تو ان لوگوں کے ہاتھ میں رہا جو (معاذاللہ) سراسر غلطی پر تھے تو ایسے اسلام پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ جس کا چودہ سو سال تک کوئی صحیح محافظ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور اس کے اصول و ضوابط، مدارس و مکاتیب، تصانیف و علماء دیوبندی میں نہیں آئے اب جدید اسلام کی تدوین کے صرف دو ہی راستے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ یہ جدید اسلام حقیقت میں تجدید ہے اس قدیم اسلام کی جو چودہ سو سال قبل اس دنیا میں آیا تھا، تو اس پر یہ اشکال ہوگا کہ مودودی صاحب کو چودہ سو سال قبل کے اسلام کا کیسے علم ہوا؟ جب کہ اس کو سمجھنے والا کوئی دنیا میں گذرا ہی نہیں۔ دوسرا راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ بالکل ہی جدید اسلام مدوّن کیا جائے جو پہلے کبھی وجود میں نہ آیا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، مگر یاد رہے کہ ایسے جدید اسلام کی کتنی عالی شان تعمیرات کو اسلام قدیم کے معمار نے کھنڈروں میں تبدیل کر دیا ہے

چہ اتفاق کے ایزد برفروزد
ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

تقلید گناہ سے بھی بدتر ہے

تحریری فتوے سنیئے۔

"میرے نزدیک صاحبِ علم آدمی کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے[1]۔"

اس سے قبل ص ۲۴ پر وضاحت کی ہے کہ اہلحدیث بھی مقلد ہیں، غور فرمائیے کہ پوری امت کے محدثین، ائمہ دین، مصنفین، فقہاء، علماء، صوفیاء اور بزرگانِ دین جن میں اہلِ حدیث بھی داخل ہیں، یہ سب کے سب گناہ سے بھی شدید تر چیز میں مبتلا رہے ہیں، بلکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی کم علم والے حضرات زیادہ علم والوں کی تقلید کیا کرتے تھے، تو ان کے نزدیک (معاذ اللہ) وہ بھی مسلمان نہیں، گناہ سے شدید تر تو صرف کفر ہی ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ یہاں صراحتہً کفر کا فتویٰ لگانے کی جرات کیوں نہ ہوئی؟ جبکہ کئی دوسرے مواقع میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ ان کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔

جدید اسلام کی تعمیر

پوری امتِ مسلمہ کی تخریب کے بعد اب جدید اسلام کی تعمیر ملاحظہ ہو۔

"اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں[2]۔"

لہٰذا جب تک آپ جماعت اسلامی میں داخل نہیں ہو جاتے مسلمان نہیں ہو سکتے، اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں، تیسرا

---

[1] رسائل و مسائل جلد ۱ ص ۲۴۴ [2] جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص ۱۶

مقدمہ محذوف معنوی ہے جیسے بیرونی لوگوں کی بہ نسبت ارکانِ جماعت جانتے ہیں۔ اب آگے امیر کا مقام سنیئے :۔

امیر کا مقام

فرماتے ہیں :۔

"بعض مقامی جماعتوں کے ارکان مقامی امیر کو صدر انجمن سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے، ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جب انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو اہل تر سمجھ کر صاحب امر منتخب کیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ معروف میں اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی کو گناہ جانیں" [۱]

جماعت اسلامی کے دستور میں یہ دفعہ بھی موجود ہے کہ :۔

"امورِ شرعیہ میں امیر کی رائے واجب القبول ہے۔"

خیال فرمائیے کہ کسی صحابی یا امام کی تقلید تو گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے اور امیر جماعت اسلامی کی تقلید فرض ہے، ان کے دستور میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ :۔

"سوائے حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو تنقید سے بالاتر سمجھے اور کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔"

اولاً تو توہین کی غرض سے تقلید کو ذہنی غلامی سے تعبیر کر رہے ہیں حالانکہ غلامی اور تقلید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تقلید اور غلامی میں فرق

غلامی میں اطاعت کا تعلق مالک کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے خواہ اس میں کوئی بھی صفتِ کمال نہ ہو، بہرحال اس کا ہر حکم غلام کے لیے واجب العمل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تقلید کمال علم و فضل کی بنا پر ہوتی ہے، نیز غلامی میں امر و نہی کا صدور مالک کی طرف سے سمجھا جاتا ہے بخلاف تقلید کے کہ اس میں حکم کا صدور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس کا ظہور مجتہدین سے ہوتا ہے یعنی مجتہد خود حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ حکم شریعت کا ناقل ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید سے بلند سمجھنا اور ان کی تقلید کرنا جائز نہیں مگر امیرِ جماعت پر تنقید کی اجازت نہیں، اس کی اطاعت ضروری، تقلید فرض اور نافرمانی گناہ ہے۔ اس کا جواب اور جواب الجواب اس تحریر کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

حکمتِ عملی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مصلحت کی بنا پر محض اپنی رائے سے حکم خداوندی کے بدلنے کے مجاز نہیں، مگر امیر صاحب حکمتِ عملی کے عنوان سے

دین میں مستقل باب کا اضافہ کر کے قرآن وحدیث کے جس حکم کو چاہیں بدل سکتے ہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ کسی مقدس مکان یا مقدس شخصیت سے ملابست کی وجہ سے کسی چیز کو مقدس سمجھنا ان کے ہاں شرک ہے مگر پاکستان میں بننے والا غلافِ کعبہ جیسے ابھی ملابست کا شرف حاصل ہی نہیں ہوا تھا اسے حکمتِ عملی کے تحت جماعتِ اسلامی کے ذمہ داروں کی نگرانی میں لوگوں نے سجدے کیے، حکمتِ عملی نے شرک جیسے جرم کو بھی جائز بنا دیا، اس کی پاداش بھی دنیا ہی میں مل گئی کہ وہ غلاف ملابستِ کعبہ سے محروم ہی رہا۔ حکومتِ سعودیہ کو دین کے ساتھ استہزاء کا علم ہوا تو خانہ کعبہ پر یہ غلاف چڑھانے سے روک دیا اور مودودی صاحب کی ساری کوششوں پر پانی پھر گیا اور فرح و سرور رنج و غم سے بدل گیا۔ اسی طرح مودودی " انتخابی جدوجہد ص۳۲" پر فرماتے ہیں :۔

"صدرِ مملکت مرد ہونا چاہیے چونکہ قرآن کہتا ہے الرِّجَالُ قوّامون علی النساء"

اور ترجمان القرآن میں فرماتے ہیں :۔

"از روئے احادیثِ نبوی، سیاست اور ملک داری عورت کے دائرہ عمل سے خارج ہے"[۱]

مودودی صاحب نے عورت کے صدرِ مملکت نہ ہو سکنے سے متعلق قرآن اور احادیث کی خود صراحت نقل کر کے ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات میں فاطمہ جناح کی

---

[۱] ترجمان القرآن ص۱۱ بابت نمبر ۱۹۵۲ء

حمایت کی اور حکمتِ عملی کے خانہ ساز قانون کے تحت قرآن و حدیث کے صریح قانون کی مخالفت کی۔

اوپر ہم پوری امت کی تخریب کے عزائم سے متعلق صریح عبارات پیش کر چکے ہیں، اب اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:۔

(۱) مودودی صاحب اور ارکانِ اسلام

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات دین میں اصل مقصود ہیں اور حکومتِ اسلامیہ اس مقصود کی تحصیل کا ذریعہ ہے مگر مودودی صاحب اس اجماعی عقیدہ کے بالکل برعکس اس کے قائل ہیں کہ:۔

"دین کا اصل مقصد حکومتِ اسلامی قائم کرنا ہے اور عبادات سب کی سب اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں" (خطبات ص۳۲۲)

اس انوکھی تحقیق کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی کوئی ضرورت نہیں، جب مقصد پورا ہو گیا تو ذرائع کی کیا حاجت؟

(۲) مودودی صاحب اور داڑھی

داڑھی سے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ "بڑھاؤ" [۱] اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ داڑھی ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے مگر مودودی صاحب نے داڑھی کٹوانے کے جواز کا فتویٰ دے کر پوری امت

---

[۱] رسائل و مسائل حصہ اول ص۱۸۵ تا ص۱۸۶

کی تحریب کی، اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمانے کی جراءت کر رہے ہیں کہ "حدیث میں صرف داڑھی رکھنے کا حکم ہے جتنی بھی رکھ لی جائے حدیث پر عمل ہو جائے گا"۔ یہ دیدہ دانستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کھلا ہوا بہتان ہے کسی حدیث میں یہ نہیں کہ داڑھی رکھو جتنی بھی ہو بلکہ احادیث میں "داڑھی بڑھاؤ، چھوڑدو، زیادہ کرو" جیسے الفاظ ہیں، کتنی جرأت ہے کہ من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار "جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" کی بھی پرواہ نہ کی۔

(۳) مودودی صاحب اور زکوٰۃ

زکوٰۃ اور صدقات کے بارے میں قرآن مجید کا حکم ہے کہ فقراء اور مساکین کو مالک بناؤ اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ بغیر تملیک فقیر کے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ ادا نہیں ہوں گے، مگر مودودی صاحب پوری امت کے خلاف فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ، صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم ہمارے قبضہ میں آجانا کافی ہے، آگے خواہ اس سے ہم شفاخانے چلائیں یا ڈاکٹروں کو تنخواہ دیتے یا گاڑیاں خریدیں یا تعمیرات پر صرف کریں یا الیکشن لڑیں مگر واضح رہے کہ اس طرح نہ صدقہ فطر ادا ہوگا، نہ کسی کی زکوٰۃ ادا ہوگی نہ چرم قربانی کی رقم کا تصدقِ واجب ادا ہوگا۔

(۴) مودودی صاحب اور جمع بین الاختین

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے اور اس

منصوصِ قرآنی پر پوری امت کا اجماع ہے مگر مودودی صاحب اور ان کے مقلدین جو تخریبِ امت کے بہانے تلاش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں، اُن کو اس مسئلہ میں کوئی بہانہ ہاتھ نہ آیا تو ایک مفروضہ خود گھڑ کر بصورتِ استفتا پیش کیا کہ بہاولپور میں دو لڑکیاں جڑواں ہیں ان کے نکاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ حرمتِ جمع بین الاختین کی علت قطع رحم ہے، صورتِ مسئولہ میں چونکہ یہ اطمینان ہے کہ جڑواں بہنیں آپس میں اتفاق و محبت سے رہیں گی اس لیے دونوں کا نکاح ایک مرد سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بہاولپور میں ایسی لڑکیاں نہیں ہیں۔

(۵) مودودی صاحب اور متعہ

متعہ کی حرمت پر نصوصِ صریحہ موجود ہیں اور امت کا اجماع ہے بلکہ محققین کا نظریہ تو یہ ہے کہ اسلام میں متعہ مروجہ ایک آن کے لیے بھی حلال نہیں ہوا، مکہ مکرمہ میں نازل شدہ صریح آیات کے خلاف مدینہ پہنچ کر اجازت کیسے مل گئی؟ جن احادیث سے عارضی طور پر چند ایام کے لیے جواز مفہوم ہوتا ہے ان سے متعہ مروجہ مراد نہیں بلکہ نکاح بمہر قلیل باضمار نیتِ فرقت مراد ہے، یہ اجازت بھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ بہر کیف حقیقت کچھ بھی ہو اس پر امت کا اجماع ہے کہ متعہ قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا ہے مگر پوری امت اور نصوص قرآنیہ کے خلاف مودودی صاحب نے ترجمان القرآن بابت اگست ۱۹۵۵ء میں بوقتِ ضرورت جوازِ متعہ کا فتویٰ شائع فرما دیا، پھر جب اس پر چاروں طرف

سے لے دے شروع ہوئی تو فرماتے ہیں کہ میں نے تو شیعہ کو یہ مشورہ دیا تھا، حالانکہ ہر شخص مودودی صاحب کا پہلا مضمون دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے کہ انہوں نے یہ مضمون اہل سنت اور اہل شیعہ کے درمیان محاکمہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ راقم الحروف کے علم میں جماعت کے ایسے لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے پینترا بدلنے سے قبل جوازِ متعہ پر دھواں دار تقریریں کرتے تھے۔

(۶) مودودی صاحب اور دجّال

حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قیامت سے قبل خروجِ دجال کی پیشگوئی فرمائی ہے اس پیش گوئی کے صدق پر پوری امت کا اجماع ہے کسی مسلمان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق میں شبہ تو کیا وہ اس کا وسوسہ لانے کو بھی کفر سمجھتا ہے مگر مودودی صاحب کی شوقِ تخریب میں دریدہ دہنی ملاحظہ فرمائیں:۔

رسائل و مسائل ص۵۵ تا ص۵۷ میں مزاحیہ انداز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تکذیب کی ہے، ذرا اس مجددِ اسلام کی قوتِ استدلال کا بھی اندازہ لگائیں، رسائل و مسائل طبع سوم میں فرماتے ہیں کہ ساڑھے تیرہ سو سال گذرنے پر بھی دجال ظاہر نہیں ہوا اس سے اس کی حقیقت واضح ہو گئی۔

سبحان اللہ! کیسی دلیل ہے، اگر یہی دلیل شیطان نے انکارِ قیامت سے متعلق بھی القا کر دی تو مودودی صاحب فرمانے لگیں گے دیکھا چودہ سو سال گذرنے پر بھی قیامت نہیں آئی تو اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کا خیال محض افسانہ ہے اور آیت "اقتربت الساعۃ" انہی افسانہ نویسوں کا اختراع ہے۔

(۷) مودودی صاحب اور تقیہ

مودودی صاحب نے تقیہ میں حیرت انگیز کردار ادا کیا کہ لفظ تقیہ میں بھی تقیہ سے کام لے کر اس کے لیے "حکمتِ عملی" کی جدید اصطلاح وضع کی پھر جوازِ تقیہ پر استدلال کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ ترجمان القرآن بابت دسمبر ۱۹۵۶ء میں حکمتِ عملی (تقیہ) کا ثبوت یوں پیش کرتے ہیں کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمتِ عملی (تقیہ) کے تحت قرآنی مساوات کے خلاف "الائمۃ من القریش" کا فیصلہ فرمایا۔

(۸) مودودی صاحب اور مرکزِ اسلام

مودودی صاحب کعبۃ اللہ کے خدام کو بنارس اور ہردوار کے پنڈت سمجھتے ہیں۔ (خطبات مودودی ص ۳۰۲)

غور طلب

مندرجہ ذیل عقائد مذہب شیعہ کا شعار اور مایہ الامتیاز ہیں:۔

(۱) تحریفِ قرآن (۲) بغضِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۳) سلف صالحین کو گمراہ قرار دینا اور ان کو ہدفِ ملامت بنانا (۴) متعہ (۵) تقیہ۔

مودودی صاحب ان پانچوں عقائد میں شیعہ سے متفق ہیں۔ مودودی صاحب کی عبارت سے ان کا عقیدہ تحریفِ قرآن معنوی صراحۃً اور تحریف لفظی لزوماً ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں۔ مسئلہ متعہ پر چاروں طرف سے اعتراضات کی

بوچھاڑ ہوئی تو تقیۃً اسے گول کر دیا اور تقیہ میں بھی یوں تقیہ کیا کہ اس کا نام بدل کر حکمتِ عملی رکھ دیا، شیعہ مذہب میں تقیہ اسلام کا اتنا ضروری رکن ہے کہ بدونِ تقیہ اسلام قبول ہی نہیں، اسی لیے مسلمان امام کے پیچھے صفِ اوّل میں شیعہ کا نماز پڑھنا ثواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے برابر ہے، جب اس قسم کے پکے تقیہ باز شیعہ ۳۱۳ ہو جائیں گے تو امام مہدی غار سے نکلیں گے۔ (حوالہ جات احسن الفتاوی میں ملاحظہ فرمائیں)

مودودی صاحب کے عقائد بالا کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں آپ بھی ان ۳۱۳ میں سے تو نہیں۔ اس شبہ کو مزید تقویت اس سے ملتی ہے کہ تہران (ایران) میں شیعہ لوگ مودودی صاحب کی کتابوں کا فارسی ترجمہ کر کے شائع کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں میں نے ایک مولوی صاحب کو کچھ حوالہ جات دیکھنے کی غرض سے ناظم آباد ۲ (کراچی) میں واقع شیعہ لائبریری مکتب العلوم میں بھیجا، انہوں نے لائبریری کے نائب ناظم جعفری صاحب سے دریافت کیا کہ شیعہ مفسرین میں سے آپ کے ہاں کس کس کی تفسیر موجود نہیں تو جعفری صاحب نے سب سے پہلے مودودی صاحب کا نام لیا، پھر کہا کہ عنقریب مودودی صاحب کی تفسیر بھی آجائے گی۔ تیسری شہادت بعض قابلِ اعتماد ذرائع سے انکشاف ہوا ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" مشہور شیعہ مطاہر علی کی عربی کتاب "منہاج الکرامۃ و معرفۃ الامامۃ" کا ترجمہ ہے۔

تحقیق طلب مجھے متعدد ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ مودودی صاحب کے آبا و اجداد شیعہ تھے اور بغضِ صحابہؓ ان کا موروثی ورثہ ہے، یہ بھی سنا ہے کہ

محمود احمد صاحب عباسی نے اپنی کتاب "ہفواتِ مودودی" میں اسے ثابت کیا ہے، اگر کسی صاحب کے پاس یہ کتاب ہو یا اس سے متعلق کچھ تحقیق ہو تو مجھے مطلع کریں اور اگر خود مودودی صاحب اس کی وضاحت کر دیں تو کیا ہی بہتر ہوگا۔

مودودی صاحب سے صرف دو سوال

ہم آخر میں مودودی صاحب سے صرف دو سوالوں کا جواب چاہتے ہیں:۔

(۱) آپ کا طریقِ فکر، اصول روایت اور جدید اسلام کے قواعد وضوابط اور اس طریقِ فکر کے محافظ و حامل رجال کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں کہ کون کون سی کتب، علماء، مدارس اور کون سی فقہ آپ کے خیالات کی ترجمانی کر رہی ہے؟ اگر یہ دعویٰ کریں کہ ہم نے یہ نظریات کتابوں سے لیے ہیں تو اصول مشاہد و مسلم اور متفق علیہ ہے کہ دنیا کا کوئی فن بھی ماہرینِ فن کی صحبت اور تربیت کے بغیر صرف مطالعۂ کتب سے حاصل نہیں ہو سکتا تو دین کی فہم اس اصول سے کیوں مستثنیٰ ہے؟

اور اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو جس اسلام کے قواعد وضوابط کی تدوین چودہ سو سال کے عرصہ تک نہ ہو سکی وہ کیسے قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے؟

(۲) جب کسی صحابی کی تقلید بھی جائز نہیں بلکہ گناہ سے شدید تر ہے تو آپ

اپنی اطاعت اور تقلید کیوں واجب قرار دے رہے ہیں ؟
ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ صرف امور انتظامیہ میں امیر کی اطاعت لازم ہے اس لیے کہ اس کے سوا نظم چل ہی نہیں سکتا! تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی علت تقلید میں موجود ہے۔
اس ہوا پرستی کے دور میں ہر مدعی علم کو اگر اجتہاد کی اجازت دے دی جائے تو سارا دین منہدم ہو جائے گا۔
اب نمبر وار سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں :-
(۱) جماعت اسلامی اہل سنت سے خارج ہے اور اپنے مخصوص عقائد کی وجہ سے عام مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے۔
(۲) ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔
(۳) ان میں رشتہ کرنا جائز نہیں۔
(۴) ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔
اگر کسی مسجد میں اس عقیدہ کا امام ہو تو با اثر حضرات پر اسے علیحدہ کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے۔
اگر مسجد کی منتظمہ امام بدلنے پر تیار نہ ہو تو اہل محلہ پر فرض ہے کہ ایسی منتظمہ کو برطرف کر کے دوسری صحیح العقیدہ منتظمہ منتخب کریں۔
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھیں۔
اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین

انعمت علیھم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ آمین

معذرت

میں نے اس مضمون پر نظر ثانی کے وقت چاہا کہ مودودی صاحب کی تصنیف کو کچھ مزید دیکھ لیا جائے، مگر جیسے دیکھنا شروع کیا تو خرافات کے اتنے بڑے انبار نظر آئے کہ ہر ایک میں سے بطور نمونہ بھی کچھ تھوڑا سا حصّہ نقل کیا جائے تو اس کے لیے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت پڑے گی، اس لیے آگے دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ وعافاہ

۲۷ رجب سنہ ۱۳۹۶ھ
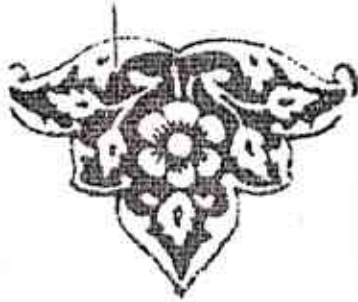
کتاب "خلافت و ملوکیت" سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب فتنۂ سبائیت کے مجدد ہیں اور باطناً شیعہ ہیں اور تبرا کو ماڈرنائیز کر کے اپٹوڈیٹ طرز پر سُنیوں کو شیعہ بنانے میں خاصا کمال دکھایا ہے

مُجَدِّدِ سَبائیت

شیخ الحدیث کی چند سطروں میں

حضرۃ مولانا محمد اسحٰق صاحب سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ

(سابق اُستاذ حدیث مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی)

رقمطراز ہیں :- (عادلانہ دفاع جلد ۲ ص۱۴۱)

(ابن سبا) ایک یہودی تھا جس کے سینے میں اسلام کی دشمنی اور عداوت کے شعلے بھڑک رہے تھے، از راہ اتفاق اس نے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور مسلمان بن کر ایک مذہب کی بنیاد ڈالی جس کی خشتِ اوّل صحابہ کرامؓ سے دشمنی اور عداوت تھی، عبداللہ بن اُبی نے جو پودا لگایا تھا اور جس کی آبیاری عبداللہ بن سبا نے کی اُس میں بہت سی شاخیں پھوٹیں مگر رفض سب میں مشترک رہا، اور سچ یہ ہے کہ اسلام میں

جتنے فتنے آج تک پیدا ہوئے ہیں سب کی اصل بھی فتنۂ سبائیت ہی ہے
اور اس نے جس قدر نقصان مسلمانوں کو دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے پہنچایا
ہے اس کا عشر عشیر بھی غیر مسلموں سے نہیں پہنچ سکا۔

موجودہ دور میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں فتنۂ سبائیت کا
مجدد کہا جا سکتا ہے ...... اردو میں لکھنے والوں میں بھی اس قسم کے مصنفین
موجود ہیں جن میں نمایاں اور مشہور شخصیت سید ابوالاعلیٰ مودودی
امیر جماعتِ اسلامی پاکستان کی ہے، موصوف کی تازہ تالیف "خلافت و ملوکیت"
نے نقاب تقیہ کو بالکل ہی پارہ پارہ کر کے موصوف کی سبائیت کو الم نشرح
کر دیا ہے بلکہ کتاب میں جس خوبصورتی اور سلیقہ کے ساتھ سبائیت کے
تلخ زہر کو شیریں بنا کر ناواقفوں کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی گئی ہے اس
کی داد نہ دینا نا انصافی ہوگی اور اسے دیکھ کر اس کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ
"موصوف بلا شبہ سبائیت کے مجدد کے مرتبہ پر فائز ہیں"۔ اس کتاب
کو دیکھ کر ایک ناواقف کے قلب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو نفرت و حقارت
کا جذبہ پیدا ہوگا وہ تاریخ طبری و ابنِ اثیر وغیرہ کے پورے دفاتر پڑھ
کر بھی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اسلاف خصوصاً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر اور ان پر سے اعتماد
خود ضلال ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی گمراہیوں کا دروازہ بھی ہے
جو شخص موصوف سے بالکل واقف نہ ہو وہ اگر اس کتاب کا مطالعہ
کرے گا اور عقل و فہم سے کام لے گا تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ
"خلافت و ملوکیت" کسی شیعہ کی کتاب ہے جس نے نہایت ہوشیاری سے

اَپٹو ڈیٹ طرق پر اپنے مذہب کا نقش اہلِ سنت پر بٹھانے کی کوشش کی ہے، موصوف صحابہ کرامؓ کو مجروح قرار دے کر انہیں مہذب طریقوں سے سب وشتم کر کے "ماڈرنائزڈ" تبرا کر کے مسلک اہلسنت والجماعت کو خیر باد کہہ کر معتدل ذہن و دماغ رکھتے ہیں۔

مودودی صاحب باطناً شیعہ ہیں لیکن ظاہری سُنیت کی وجہ سے صاف صاف اس عقیدے کا اظہار نہیں کر سکتے، مودودی صاحب نے بیس اکیس سال کی محنت سے خاصی تعداد ایسے ذہنوں کی پیدا کر دی ہے جن کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کی وقعت دو شہا سے کچھ کم ہی ہے اور جن میں ان پر تنقید ہی نہیں بلکہ افترا پردازی اور بہتان طرازی میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوتی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ جماعت اسلامی کے سب افراد بلا استثناء اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں لیکن اس توہین صحابہؓ کو برداشت کر کے جماعت سے وابستہ رہنا اور ایک گمراہ شخص کو اپنا مقتدا بنانا ہمارے خیال میں قیامت کے دن باز پرس کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ مودودی صاحب اور ان کے بعض رُفقاء نے سبائیت اور رفض کے جو جراثیم پھیلائے ہیں، ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی بھی ان سے متاثر ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے جو ان کی جماعت سے وابستہ نہیں ہے لیکن ان سے حسن ظن رکھتی ہے، مودودی صاحب کی ذہانت و طباعی نے تاڑ لیا تھا کہ اب سبائیت کے اسلحہ فرسودہ ہو چکے ہیں، شیعہ سُنی کا فرق اب وہ لوگ بھی سمجھنے لگے ہیں جو کسی زمانہ میں حنفی شافعی اختلاف سے زیادہ

وقعت نہ دیتے تھے، ان کی فکر رسا نے سبائیت کے لیے ایک ایسا رنگ پیش کیا جسے بہت سے ناواقف اہل سنت بھی اسی طرح قبول کرلیں کہ سنیوں میں شامل رہتے ہوئے بھی شیعہ ہوں اور اس میں شک نہیں کہ کتاب (خلافت و ملوکیت) میں مودودی صاحب نے سبائیت کو جدید لباس پہنانے میں خاصا کمال دکھایا ہے۔[1]

عظمتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

از حضرۃ مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

مع چند تنبیہات

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند
(رومی)

(ترجمہ) جب حق تعالیٰ کسی کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں تو رسوائی سے قبل اس کے اندر پاک اور مقبول بندوں پر اعتراض کا میلان پیدا ہوتا ہے۔

ایک صحابی سے بھی ہو گر سوئے ظن
ہے وہ بے شک لائق گردن زدن

---

[1] ترجمان الاسلام، ۱۴ شعبان بحوالہ نظام، کانپور

مختصر انتخاب از کتاب مقام صحابہؓ

مصنفہ: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے امام مالکؒ کا قول

اپنے مکتوب میں نقل فرمایا ہے کہ جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو بھی خواہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ہوں یا معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں، برا کہے تو اگر کفر و فسق کا الزام لگائے تو اس کو قتل کیا جاوے گا اور اس کے علاوہ اگر گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول

جو شخص کسی صحابی پر عیب یا نقص کا الزام لگائے تو اس پر شرعی سزا واجب ہے ایسے شخص کے اسلام کو مشکوک سمجھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایسے شخص کو دین اسلام پر تم ایک تہمت سمجھو۔

امام مسلمؒ کے استاد امام ابو زرعہ عراقیؒ کا قول

جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسول

حق ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ حق ہے اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہؓ ہی کے واسطے سے پہنچا ہے، پس جس نے صحابہ کرامؓ کو مجروح کیا اور عیب دار قرار دیا بے شک یہ شخص کتاب اور سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے، پس اس نالائق ہی کو ہمیں زندیق اور گمراہ کہنا زیادہ اقوم اور احق ہے۔

علامہ حافظ ابن تیمیہؒ کا قول

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔

علامہ موصوف اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں فرماتے ہیں کہ رضاء الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے، اسی سے اپنی رضا کا اعلان فرمائیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضا کو پورا کرے گا اور جس سے اللہ راضی ہو جائے پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا، پس حضرات صحابہؓ سے قلب و زبان کو صاف رکھنا واجب ہے۔

نوٹ:۔ مگر مودودی صاحب بعض صحابہ کرامؓ سے بہت ناراض ہیں اور اسی ناراضگی سے مغلوب ہو کر اپنے قلم گستاخ کو بے لگام کیے ہوئے ہیں، حق تعالیٰ امت کو اس کے فتنے سے ہمیشہ کے لیے محفوظ فرما دیں۔ آمین

حضرت امام مالکؒ کا قول

جو شخص کسی صحابی کو بُرا کہتا ہے وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے لیغیظ بھم الکفار "تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے"..... پس صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی۔ اور پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پورا رکوع سورۂ محمد سے والذین معہ اشداء کا تلاوت کیا۔

علامہ حافظ ابن کثیرؒ کا قول

علامہ موصوف اپنی تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں کہ ہلاکت ہو اس شخص پر جو حضرات صحابۂ کرامؓ کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بُغض رکھے یا اُن کو بُرا کہے ایسے لوگوں کا کس طرح سے قرآن پر ایمان ہے کہ یہ لوگ ایسے محترم حضرات کو بُرا کہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا اور قرآن میں اس رضا کا اعلان فرما چکا، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین

حضرت امام مالکؒ کا قول

جو شخص کسی صحابی کو برا کہتا ہے وہ حق تعالےٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے لیغیظ بھم الکفار "تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے"...... پس صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی۔ اور پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پورا رکوع سورۃ محمد سے والذین معہ اشداء کا تلاوت کیا۔

علامہ حافظ ابن کثیرؒ کا قول

علامہ موصوف اپنی تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں کہ ہلاکت ہو اس شخص پر جو حضرات صحابۂ کرام رضؓ کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض رکھے یا ان کو برا کہے ایسے لوگوں کا کس طرح سے قرآن پر ایمان ہے کہ یہ لوگ ایسے محترم حضرات کو برا کہتے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ راضی ہو چکا اور قرآن میں اس رضا کا اعلان فرما چکا، رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ والذین جاؤمن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین

سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا..... الخ
ان آیاتِ قرآنیہ کے پیشِ نظر جملہ حضرات صحابہؓ کے لیے استغفار کرنا سب مسلمانوں کے لیے حکمِ الٰہی ہے۔ اور اُن سے کینہ نہ پیدا ہونے کی دُعا کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایسے آنے والے فتنوں کا علاج اپنے بندوں کو چودہ سو برس پہلے بتا دیا۔ (۱۲ منہ)

علماء فرماتے ہیں کہ ان آیات کے پیشِ نظر اس شخص کا اسلام میں کوئی مقام نہیں جو صحابۂ کرامؓ سے محبت نہ رکھے یا ان کے لیے دُعا نہ کرے اور ان سے کینہ پیدا ہونے سے پناہ نہ مانگتا رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مسلک

حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر عبدالعزیزؒ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے کوڑے نہیں مارے سوائے اس مجرم کے جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ بُرائی کی تھی اس نالائق کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کا ذکر ہمیشہ نیکی سے کرنا چاہیئے ورنہ زبان کو ذکرِ صحابہؓ سے روک ہی رکھے یعنی بُرائی سے نہ کرے۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو بُرا سمجھنے والا شیعہ ہے ——— تو جو برملا باطل پر کہتا ہو

اس کے سبائی اور رافضی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ (جیسا کہ مودودی صاحب ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خبر دی گئی کہ فلاں شخص حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو برا کہتا ہے تو آپ نے غیظ و غضب کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو میں اس نالائق کی زبان کاٹوں گا تاکہ آئندہ یہ نالائق اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی صحابی کو برا کہے۔

علامہ حافظ ابن عبدالبر کا قول

فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ سے بڑھ کر کون عادل ہو سکتا ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور صحبت کے لیے چن لیا ہو۔

چند احادیثِ مُبارکہ

جن سے حضرات صحابہؓ کا مقام واحترام اور قلب وزبان کو ان کی برائی سے بچانے کا حکم ثابت ہوتا ہے

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہمارے اصحابؓ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو لعنت ہو تمہارے اس شر پر۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کو برا کہنے والا مستحق لعنت ہوتا ہے۔

حدیث ۲: ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ڈرو اللہ سے، ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارے میں، خبردار میرے بعد ان کو نشانہ ملامت نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی تو وہ میری محبت کے سبب ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا جس شخص نے میرے

اصحاب کو تکلیف دی اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی عنقریب وہ عذاب میں پکڑ لیا جاوے گا۔

حدیث ۳: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مت برا کہو میرے اصحاب کو، اگر تم لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے تو ہمارے صحابہؓ میں سے کسی ایک کے نہ تو ایک مُد کے برابر صدقے کو پہنچ سکتا ہے نہ نصف مُد کو۔

علامہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ مُد برابر ہے ایک سیر کے اور سبؓ کا مفہوم عام ہے لعن طعن اور ہر برائی کو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس طرح کا اختلاف تو پرانا چلا آرہا ہے لہٰذا ہم کو مودودی صاحب کے بارے میں علماء اور اکابر امت کا اختلاف ایک پرانی بات سے زیادہ نظر نہیں آتا۔

جواب: جب سے دنیا قائم ہوئی ہے ایک مثال بھی کسی حق پرست اور مقبول خدا اور متقی عالم کی نہیں ہے جس کو اُس وقت کے تمام معاصر علماء نے ایک زبان ہو کر ملحد، زندیق اور گمراہ کہا ہو، برعکس اسکے ہند و پاک کے تمام اکابر علماء نے مودودی صاحب کے لٹریچر کو امت کے لیے گمراہ کُن

قرار دیا ہے، اب رہی یہ بات کہ چوٹی کے اہل علم مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی اور مولانا مسعود عالم ندوی کچھ دن کے لیے جماعت اسلامی میں کیوں شامل ہو گئے تھے؟ تو دراصل ایڈیٹرانہ قلم کی چاشنی اور ظاہری خوشنمائی نے انہیں دھوکہ دے دیا تھا، چنانچہ جب قریب سے دیکھا تو توبہ توبہ کر کے راہِ فرار اختیار کیا، اس شمول اور خروج کی وجہ پر یہ شعر لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے ؎

اے بسا خوش قامت کہ زیر چادر باشد
چوں باز کنی مادرِ مادر باشد (سعدیؒ)

عبرت ایک طرف ہند و پاک کے علماء اور ایک طرف تنہا مودودی صاحب
اے خدا! تو ہی اس فتنۂ عظیم سے امت کو خلاصی عطا فرما۔ آمین

گستاخانہ قلم کا ایک نمونہ

مودودی صاحب کے گستاخانہ قلم کا صرف ایک نمونہ جو احقر نے خود اصل کتاب سے اخذ کیا ہے تاکہ اندازہ لگا سکیں کہ ان کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایمان بھی محفوظ رہ سکے گا؟

(از تفہیمات صـ۱۲۲ حصہ دوم ایڈیشن ۵ سنہ ۱۹۷۰ء)

(سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا)

زمین مصر کے تمام وسائل و ذرائع میرے اختیار میں دے دے، یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ یہ ڈکٹیٹرشپ

کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رح اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے صرف شعبہ مالیات کا اختیار طلب فرمایا تھا لیکن عزیزِ مصر نے اعتماد کے سبب پوری سلطنت کا مختارِ کل بنا دیا تھا۔

نوٹ:۔ اس انداز تحریر سے ایک پیغمبر کے بارے میں مودودی صاحب کس قسم کا ذہن تیار کرنا چاہتے ہیں پیغمبرانہ قدر و منزلت کو کس درجہ انحطاط کی منزل پر لے جانا چاہتے ہیں۔ اس دور میں ڈکٹیٹر کا لفظ ایک معمولی ادارہ کا سیکرٹری بھی اپنے لیے سننا گوارا نہیں کرتا حتیٰ کہ اگر مودودی صاحب کو کوئی ڈکٹیٹر لکھے تو خود اُن کو اور اُن کے تلامذہ کو ناگوار ہوگا۔

اِصلاحِ معاشرت کا مسنون طریقہ

اِصلاحِ قیادت اور اصلاحِ حکومت کا نعرہ بدون اصلاحِ افراد کے محض دھوکہ اور فریب ہے کیونکہ معاشرہ بنتا ہے افراد کے اجتماعی کردار سے یعنی اصلاحِ افراد سے اصلاحِ معاشرہ خود بخود ہو جاتا ہے، دونوں لازم و ملزوم ہیں معاشرہ اور کسی چڑیا کا نام نہیں آجکل سوسائٹی اور معاشرہ کا لفظ اصلاح اعمال

کی فکر کو مفلوج اور بے حس کرنے کے لیے اہلِ زیغ کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور اصلاحِ فرد کی گلوخلاصی کے لیے معاشرہ جیسی شئے بے جان کو ذی انسان کے لیے مہیب اور خوفناک جانور کا ہوّا دکھاتے ہیں لہٰذا ہر شخص آج لفظ معاشرہ استعمال کر کے ہر برائی کا جواز ثابت کرتا ہے، مکی زندگی میں اسلام کی ابتدا اصلاح افراد سے شروع ہوئی، جب ایک ایک فرد صالح بنتا گیا انہیں صالح افراد کے مجموعہ سے صالح معاشرہ بنتا گیا، آجکل افراد تو اپنی اصلاح کے لیے اختیار اور قدرت ذاتی کو استعمال نہ کریں بس معاشرہ معاشرہ کی صدائے بے سود لگاتے رہیں تو کس طرح صالح معاشرہ بن سکتا ہے؟ طاقت اور حکومت سے اصلاحِ معاشرہ کا خیال محض ہوس حکومت ہے اور حبِ جاہ کے کچھ نہیں، ورنہ مکی زندگی میں ہر صحابیؓ اپنی ذاتی اصلاح اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کرنے کے بجائے ۱۳ سال تک اعمالِ صالحہ سے مفلوج اور معطل ہو کر حکومت کا انتظار کرتا حالانکہ ایسا نہیں، اعمالِ صالحہ کی توفیق قلب کی درستی پر ہے یعنی ایمان اور یقینِ کامل پر ہے اور قلب کی درستی اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے۔ حکومت اور طاقت سے دل درست نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں جرائم کا انسداد نہیں ہو رہا ہے حالانکہ ان کو جیل کی سزائیں مالی جرمانے، جسمانی اذیتیں بھی دی جا رہی ہیں۔ افراد کی صالحیت سے حکومت خود بخود صالح ہو جاوے گی کیونکہ صالحین کی اکثریت صالح حکمران کی ضامن ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اعمالکم عمالکم تمہارے اعمال ہی تمہارے حکمران ہیں، فاسقانہ اعمال کے ساتھ صالح قیادت کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

مودودی صاحب کی اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم سے کھلی عداوت

مودودی صاحب کی "صحابہ دشمنی" کا ایک منظر

ملاحظہ ہو ـــــــــــ (از کتاب "عادلانہ دفاع" جلد دوم)

دشمنِ صحابہؓ لکھتا ہے :۔

"یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی العواصم من القواصم، امام ابنِ تیمیہؒ کی منہاج السنۃ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تحفۂ اثنا عشریہ پر انحصار کیوں نہ کیا، میں ان بزرگوں کا نہایت عقیدتمند ہوں اور یہ بات میرے حاشیۂ خیال میں بھی کبھی نہیں آئی کہ یہ لوگ اپنی دیانت و امانت اور صحتِ تحقیق کے لحاظ سے قابلِ اعتماد نہیں لیکن جس وجہ سے اس مسئلہ میں میں نے ان پر انحصار کرنے کے بجائے براہِ راست اصل ماخذ سے خود تحقیق کرنے اور اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا، وہ یہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے دراصل اپنی کتابیں تاریخ کی حیثیت سے بیانِ واقعات کے لیے نہیں بلکہ شیعوں کے شدید الزامات اور ان کی افراط و تفریط کے رد میں لکھی ہیں، جن کی وجہ سے عملاً ان کی حیثیت وکیل صفائی کی سی ہو گئی ہے۔ اور وکالت خواہ وہ الزام کی ہو یا صفائی کی، اس کی عین فطرت یہ ہوتی ہے کہ اس میں آدمی اُسی

مواد کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہو اور اُس مواد کو نظرانداز کر دیتا ہے جس سے اُس کا مقدمہ کمزور ہو جائے۔" (خلافت وملوکیت صفحہ ۳۲)

مودودی صاحب ——— سُنّی یا رافضی ؟

کیا مودودی صاحب کے اس واضح بیان کے بعد بھی ان کی اصحابؓ رسولؐ سے دشمنی وعداوت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے ؟ صحابہ کرامؓ اور دشمنانِ صحابہؓ کے مقدمہ میں حضرت قاضی ابن العربی، امام ابن تیمیہ، شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہم اللہ صحابہ کرامؓ کی طرف سے وکیل صفائی ہیں۔ مودودی صاحب ان بزرگوں کے صرف عقیدت مند ہی نہیں نہایت تنقید تمند ہیں اور ان کے نزدیک یہ بزرگ "اپنی دیانت وامانت اور تحقیق کے لحاظ سے قابلِ اعتماد نہیں" مگر یہ حضرا چونکہ صحابہ کرامؓ کے وکیلِ صفائی ہیں، اس لیے مودودی صاحب نے ان کی تحقیقات کو تو نظر انداز کر دیا ہے اور واقدی، سیف عمر، ابن الکلبی اور جعفر بن سلیمان ایسے مردود ومتروک، کذاب ووضاع ورافضی، اور رافضی مثل الحمار راویوں کی روایات، بلکہ خرافات کو صحیح تاریخ قرار دینے پر مصر ہیں، محض اس لیے کہ ان خرافات سے صحابہ کرامؓ کے مطاعن ومثالب ثابت ہوتے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی مودودی صاحب کے خود رافضی اور دشمنِ صحابہؓ ہونے میں کسی صحیح الدماغ انسان کو شبہ ہو سکتا ہے ؟

جو شخص ائمہ اسلام کی صحیح تحقیقات سے خوشہ چینی کو تو اپنی شانِ تحقیق کے خلاف سمجھے اور ساڑھے تین سو صفحے کی کتاب میں ان حضرات سے ایک

لفظ بھی نقل نہ کرے محض اس لیے کہ وہ حضراتِ صحابہؓ کے وکیلِ صفائی ہیں، اور بھلے بھٹے رافضی راویوں کے بنائے اور اُگلے ہوئے "نوالوں" سے اپنا اور اپنی کتاب کا پیٹ بھرے اُس کے رافضی ہونے میں اور اُسے رافضی کہنے میں کسی کو کیا تامل ہو سکتا ہے؟

مودودی صاحب بحیثیت وکیلِ استغاثہ

بات یہ ہے کہ مودودی صاحب حضراتِ صحابہؓ کے خلاف مدعی ہی نہیں وکیلِ استغاثہ بھی ہیں، اس لیے آپ نے ائمہ دین کی تحقیقات کو اس کی صحت اقرار و اعتراف کرنے کے باوجود نظر انداز کر دیا، کیونکہ اس سے آپ کا مقدمہ کمزور ہوتا تھا، حالانکہ وہ تحقیقات کتاب و سنت کی روشنی میں تھیں اور مردود و متروک رافضی راویوں کی خرافات کو سر آنکھوں پر رکھا، کیونکہ اس سے صحابہ کرامؓ کے خلاف مودودی صاحب کا مقدمہ مضبوط ہوتا تھا، اور آدھی اسی مواد کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہو۔[1]

مودودی صاحب! کچھ حشر کا فکر کریں

اگر مودودی صاحب کا دل صحابہؓ دشمنی میں بالکل سیاہ نہیں ہو گیا اور اس میں کچھ بھی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت باقی ہے تو وہ اپنے رویہ پر نظرِ ثانی کریں۔

---

[1] خلافت و ملوکیت ص ۳۲۰

قیامت کے دن ظاہر ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے وکلاء صفائی اصحابِ رسول کے ساتھ ہوں گے اور اصحابِؓ رسول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ! دوسری طرف دشمنانِ صحابہ ہوں گے۔ ابن سبا ملعون، اس کی سبائی پارٹی اور رافضی اور ان کے ساتھ اُن کے وکلاء ہوں گے۔ مودودی صاحب اس دن رسولؐ و اصحابِؓ رسول اور وکلائے اصحابِ رسول کے ساتھ اپنا حشر چاہتے ہیں یا ابن سبا ملعون، اس کی مردود جماعت اور روافض کے ساتھ؟ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں اپنی عاقبت کا خیال ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء حمد کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے ہیں تو انہیں اپنی موجودہ ضد و جحود کی روش ترک کر دینی چاہیئے اور توبہ و استغفار کر کے عداوتِ صحابہؓ سے باز آجانا چاہیئے۔

آئیے! اب اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔

صرف نقال اور مؤلف، خطرناک دھوکہ، شرمناک فریب

مودودی فرقہ کے متعصب لوگ کہتے ہیں کہ "مودودی صاحب تو مؤلف ہیں، مصنف نہیں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اسلامی تاریخ کی مشہور و معتبر کتابوں سے نقل کر کے لکھا ہے، اپنی طرف سے تھوڑا ہی لکھا ہے!!"

جاہل اور اندھے متعصبین کی اس گمراہ کن منطق سے بے خبر لوگوں کو یہ تصور دینا منظور ہوتا ہے کہ مودودی صاحب تو صرف ناقل ہیں ورنہ یہ ساری باتیں کتابوں میں موجود ہیں، اُن کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے کتابوں سے ان "حقائق" کو برآمد کر کے عوام کے سامنے رکھ دیا ہے۔

چیلنج

اس قسم کی "جگالی" کرنے والوں کو میں چیلنج کروں گا کہ اگر واقعی مودودی صاحب صرف نقال اور مؤلف ہیں اور انہوں نے بغض و عداوت صحابہؓ سے مجبور و مغلوب ہو کر از خود کچھ نہیں لکھا تو وہ دنیا کی کسی تاریخ سے یہ الفاظ ثابت کر دیں کہ "مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہؓ نے کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔"

دعویٰ

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ بات نہ صرف تاریخ اسلام کی مستند ترین کتابوں سے قطعاً ماخوذ نہیں بلکہ دنیا کی کسی تاریخ سے اس ہفوات کا سراغ نہیں ملتا، یہ صرف مودودی صاحب کے بغض و عناد عن الصحابہؓ کا کرشمہ ہے۔

منہ مانگا انعام

اگر مودودی صاحب ہمارا چیلنج قبول فرما کر ایک واقعہ ایسا ثابت کر دیں کہ مالِ غنیمت میں سے سونا چاندی ان کے لیے نکال لیا گیا ہو اور حضرت معاویہؓ کا حکم مندرجہ مبینہ ثابت کر دیں تو جو وہ انعام فرمائیں، ہم پیش کر دیں گے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی ــــــ

بدقسمتی کی انتہاء

ملت کی بدقسمتی کی انتہاء ہے کہ اس درجہ چھوٹے انسان کو نہ صرف منہ لگایا جاتا ہے بلکہ بین الاقوامی شخصیت قرار دے کر بانس پر چڑھایا جاتا ہے۔

عہدِ حاضر کی بین الاقوامی علمی شخصیت کا کمال ملاحظہ ہو

(یعنی مودودی صاحب کا)

اجلّہ علماء کے اجماع کے خلاف زیاد کی بات پر ایمان لے آکر اپنی جہالت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں، مودودی صاحب جس راوی کی روایت کا سہارا لے کر ایک صحابی، کاتبِ وحی کو مطعون کرتے ہیں اس کا نام زیاد ہے اور اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ راوی جھوٹا، ناقابلِ اعتبار ہے۔ (مگر مودودی صاحب کو اپنا باطنی بغض نکالنے کے لیے سبائی رافضی کسی کی روایت بھی کافی ہے جس سے حضرات صحابہ کرامؓ کی اہانت کا ثبوت ہوجاوے) حالانکہ اس ساقط الاعتبار روایت ہیں ان کے لیے سونا چاندی جدا کرنے کے الفاظ سے مراد حضرت معاویہؓ کی ذات نہیں بلکہ بیت المال مراد ہے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مالِ غنیمت سے کل سونا چاندی بیت المال میں جمع کیا جائے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۹) مودودی صاحب کی دیانت کی انتہا ہے کہ البدایہ کا جو حوالہ دے رہے ہیں وہاں بیت المال مذکور ہے مگر مودودی صاحب حضرت معاویہؓ کے لیے ثابت کر رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی خیانت اور بغض صحابہؓ

مودودی صاحب کے بُغض و عناد

و فسادِ قلب کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے خود مودودی صاحب کا خائن و ظالم ہونا ثابت ہوگیا اور اب کسی اندھے متعصب کے سوا کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ اس شخص کا دل خوفِ خدا سے یکسر خالی اور صحابہ کرامؓ کی عداوت و بد اندیشی کے جذبات سے لبریز ہے کوئی سچا سُنّی مسلمان ان ہفوات و خرافات پر اعتماد نہیں کرسکتا اِلّا مودودی۔

روافض سے بازی جیت گئے

روافض تو بنو امیہ کی حکومت کو اس طرح بدنام کرتے تھے مگر ہمارے محقق مؤرخ حضرت معاویہؓ کو بدنام کر رہے ہیں اس طرح وہ روافض سے بازی لے گئے۔

مودودی صاحب کی بدقسمتی

مودودی صاحب کی قسمت بد میں صحابہؓ کی شان میں گستاخی و بدگوئی مقدر ہے، امام مظلوم سیدنا عثمان غنیؓ سے لے کر ہر عظیم صحابی کو اُسکے گستاخ و بیباک قلم نے ہدف سب و شتم اور نشانہ طعن و تشنیع بنایا ہے۔

اخبار کی رائے

اگر یہی تنقید ایک شیعہ کے قلم سے شائع ہوتی تو یقیناً صحابۂ کرامؓ پر سب و شتم قرار دی جاتی۔[1]

مودودی صاحب سے ایک درخواست

مودودی صاحب ازراہِ کرم اپنے رافضی اور شیعہ ہونے کا اعلان کر دیں اور تقیہ سے بے نقاب ہو کر امت کو اپنے فتنہ سے آگاہ کر دیں تاکہ سُنّی حضرات تو اس فتنۂ مادر نا مہربان سے محفوظ ہو جائیں۔

---

[1] رضاکار ۱۶ جولائی ۱۹۶۵ء

فہرست چند کتب برائے معلومات
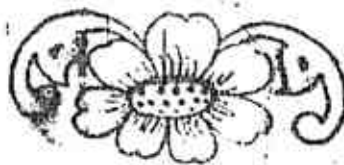
مودودی صاحب کے گمراہ کن لٹریچر کے دندان شکن جوابات حسب ذیل کتابوں میں مطالعہ کیجئے، حق کی تلاش کرنے والوں کے لیے اکابر اُمت کی فتنہ مودودیت کے رَدّ میں لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔

الاستاذ المودودی — یہ کتابچہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے اور عنقریب اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہونے والا ہے، کتاب مذکور عربوں کے لیے لکھی گئی ہے اور عرب ممالک میں اہتمام سے بھیجی جارہی ہے تاکہ اہل عرب بھی مودودی صاحب کی بنیادی گمراہیوں سے آگاہ ہو جائیں۔

فتنہ مودودیت — مصنفہ: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ .... یہ کتاب مبارک فتنہ مودودیت سے نجات کے لیے نور ہدایت ہے۔

عادلانہ دفاع (جلد اوّل وجلد ثانی) — اس کتاب کو مناظر پاکستان مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری نے لکھا ہے جس میں اجلّہ اصحابِ رسولؐ کے خلاف مودودی صاحب کے ظالمانہ، جارحانہ حملوں کا اور ان کے بے اصل و بے بنیاد مطاعن و اعتراضات ایمان سوز و شرمناک بہتانات و افترائات اور لغو، بیہودہ ہذیانات و خرافات

اور ۱۰ بد زبانی اور ۱۸ جھوٹ، ۷ گھڑنتو، ۴ مغالطے، کے ۱۵۲ مفصل، مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت

مصنفہ: حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی

سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

اب دعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ اس کتاب "اکابر امت اور مودودی صاحب" کو قبول فرما کر اپنے ان بندوں کے لیے بھی ہدایت کا سبب بنا دیں جن کے رگ و ریشے میں مودودی فتنے کا زہر پیوست ہو چکا ہے وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز اور حق تعالیٰ پر یہ کچھ مشکل نہیں ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبر صد سالہ ہو فخر اولیاً

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم بحق رحمتك و رحمۃ للعالمین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

احقر محمد اختر عفا اللّٰہ عنہ

۲ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

تارکین مودودی جماعت اور تائبین کرام کی شان میں

احقر مؤلف کتاب محمد اختر عفی عنہ کے دو اشعار

جن میں ان سب حضرات کے اسمائے گرامی اختصار کے

ساتھ آگئے ہیں

(۱)
نہ من تنہا ازیں بیگانہ رفتم
علیؔ و اشرفؔ و منظورؔ ہم رفت

(۲)
زغازیؔ و محیؔ الدین احمد
زعالمؔ آں شب دیجور ہم رفت

یہ اشعار محی الدین احمد کی طرف سے احقر نے کہے ہیں

(ترجمہ ۱) میں تنہا مودودی صاحب کے ظلمت خانے سے نہیں نکلا بلکہ حضرت مولانا منظور نعمانی مدیر "الفرقان" لکھنؤ بھی اس جماعت مودودی سے تائب ہوئے۔

(ترجمہ ۲) اور عبد الجبار غازی اور محی الدین احمد اور مولانا مسعود عالم ندوی سے بھی وہ تاریک رات دور ہو گئی یعنی جماعت سے تائب ہو گئے۔

از کتاب

اظہارِ حقیقت

بجواب

خلافت و ملوکیت (جلد اوّل)

مصنفہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی سابق مہتمم و
شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ)
سابق استاذ حدیث مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن (کراچی)

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں

"بعض حضرات اس معاملہ میں یہ نرالا قاعدہ کلیہ پیش کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرامؓ کے متعلق صرف وہی روایت قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور ہر اس بات کو رد کر دیں گے جس سے ان پر حرف آتا ہو خواہ وہ کسی صحیح حدیث میں وارد ہوئی ہو۔" (خلافت و ملوکیت ص ۳۰۵)

قارئین کرام! مودودی صاحب کی اس عبارت کو ذہن میں رکھیئے اور غور فرمائیے کہ کس طرح موصوف نے نہایت چالاکی اور عیاری کے ساتھ صحیح مسلک اہلسنت کی غلط ترجمانی کرکے قاری کے جذبات کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ خلافت و ملوکیت میں صحابہ کرامؓ پر لگائے گئے سنگین الزامات کو "صحیح حدیث" کی روایت سمجھ کر تسلیم کرتا چلا جائے۔

مودودی صاحب کی قلمی عیاری کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین پر ان کا صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنا واضح ہو جائے۔ (مرتب)

۱ بُغضِ مُعاویہؓ

(۱) حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کے متعلق "لسان المیزان" میں پہلی روایت تو یہ لکھی ہے کہ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔

(۲) دوسری روایت ابو مخنف کی ہے کہ وہ ایک غار میں چھپے ہوئے تھے وہاں انہیں سانپ نے ڈس لیا اور حضرت معاویہؓ کے گورنر نے لاش کا سر کاٹ کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ مودودی صاحب نے پہلی روایت کو چھوڑ کر اسی ابو مخنف کذاب کی موضوع اور جھوٹی روایت کو درج کتاب کیا ہے۔ حالانکہ وہ خود اسی کتاب میں اعتراف کر چکے ہیں کہ محققین فن رجال ابو مخنف کو کذاب اور شیعی کہتے ہیں لیکن بغضِ معاویہؓ نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور اسی کذاب کی روایت کو انہوں نے صرف اس لیے قبول کر لیا کہ اس سے خلیفۃ المسلمین امام معاویہؓ کی شانِ اقدس کی منقصت کا پہلو نکلتا تھا۔

۲۔ بغضِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

امام عادل سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ پر مطاعن کی ابتداء کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت عمرؓ کو اپنے آخر زمانہ میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کے بعد عرب قبائلی عصبیتیں (جو اسلامی تحریک کے زبردست انقلابی اثر کے باوجود ابھی بالکل ختم نہیں ہو گئی تھیں) پھر نہ جاگ اٹھیں اور ان کے نتیجے میں اسلام کے اندر فتنے برپا ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا کہ اگر میں ان کو اپنا جانشین تجویز کردوں تو وہ بنی ابو معیط (بنی امیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے اور وہ لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے، خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمانؓ یہی کریں گے اور اگر عثمانؓ نے ایسا کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش کر کے عثمان کو قتل کر دیں گے۔" (ص ۹۸، ۹۹)

مودودی صاحب نے یہ روایت "استیعاب" کے حوالے سے نقل کی ہے، روایت کے اعتبار سے "استیعاب" کا جو حال ہے وہ ہم گذشتہ صفحات میں واضح کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ یہ کتاب ہرگز قابلِ اعتماد نہیں

کہی جا سکتی[1]) لیکن سند کے لحاظ سے بھی یہ بالکل بے جان ہے۔"

فداس کے بعض راویوں کے چہرے ملاحظہ ہوں :۔

اس میں ایک راوی عبدالوارث بن سفیان یا سلیمان ہے جو مجہول ہے۔

محمد بن احمد بن ایوب ضعیف الروایہ و منکر الحدیث ہے یحییٰ بن معین نے انہیں کذاب کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ص۶۴)

سلیمان بن داؤد کوفی شیعہ ہے، شیعوں کے مشہور عالم شیخ حلی نے بھی اسے شیعہ کہا ہے۔ (خلاصۃ الاقوال ص۱۰۷)

ظاہر ہے کہ شیعہ تو کوئی بھی مقبول الروایہ نہیں ہو سکتا، خصوصاً ایسی صورت میں تو اس کی روایت بالاتفاق ساقط الاعتبار اور مردود ہوتی ہے جب کہ اس کی روایت سے کسی صحابی پر جرح ہو رہی ہو، علاوہ ازیں جس روایت میں کوئی کذاب بھی ہو اس کا مردود ہونا بالکل بدیہی ہے، مجہول کی روایت بھی نامقبول ہی ہے، ان امور سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ یہ روایت موضوع اور ساقط الاعتبار ہے۔ (لیکن مودودی صاحب نے اس روایت کو "صحیح حدیث" لکھ کر جس کو ہم اوپر قلمبند کر آئے ہیں کس طرح گمراہ کرنا چاہا ہے۔ قارئین خود انصاف فرمائیں۔ (مرتب)

اسی موضوع پر بخاری شریف کی روایت ہے جس کو مودودی صاحب نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ جب ایک واقعہ کے متعلق ایک روایت اس

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں "اظہارِ حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت"

کتاب کی ہو جو "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ" کے لقب سے ملقب ہے اور دوسری ایسی کتاب کی ہو جس میں صحت کا کوئی التزام نہیں پھر اس کی سند میں کذاب اور شیعی ہوں تو ہر صداقت پسند اور منصف مزاج شخص بخاری شریف کی روایت پر اعتماد کرے گا اور "استیعاب" کی روایت کو رد کر دے گا مگر یہ وہی شخص کرے گا جس کی نیت درست ہو اور جو شخص حضرت عثمان رضؓ کے ماہ تقدس و تقوی پر خاک ڈالنے پر تلا ہوا ہو اور نئی نسل کو خود ساختہ علمی ڈھونس کے ذریعہ گمراہ کرنا چاہتا ہو وہ تو وہی کرے گا جو مودودی صاحب نے کیا ہے۔

بخاری شریف میں اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق حضرت فاروق اعظم نے جو وصیت فرمائی تھی وہ اس طرح مذکور ہے:

"لوگوں نے کہا اے امیر المومنین وصیت فرما دیجئے اور کسی کو اپنا جانشین بنا دیجئے، فرمایا اس امر کے متعلق چھ آدمیوں سے بہتر کسی کو نہیں پایا، ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک راضی رہے پھر آپ نے علیؓ و عثمانؓ، زبیرؓ و طلحہؓ، سعدؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کے نام لیے اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ موجود رہیں گے مگر ان کا اس معاملہ میں کچھ حصہ نہ ہو گا، اب اگر حکومت سعدؓ کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ پھر تم میں سے جو کوئی بھی حاکم بنا لیا جائے اسے چاہئے کہ ان سے مدد لے کیونکہ میں نے جو انہیں معزول کر دیا تھا تو کسی کمزوری و خیانت کی بنا پر نہیں کیا تھا۔"

۴۳ مودودی صاحب کا بغضِ ولید بن عقبہؓ

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (ولیدؓ بن عقبہ) بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لیئے مامور فرمایا مگر یہ اس قبیلہ کے علاقہ میں پہنچ کر کسی وجہ سے ڈر گئے اور ان لوگوں سے ملے بغیر مدینے واپس جا کر انہوں نے یہ رپورٹ دے دی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور مجھے مار ڈالنے پر تل گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غضبناک ہوئے اور آپؐ نے ان کے خلاف ایک فوجی مہم روانہ کر دی، قریب تھا کہ ایک سخت حادثہ پیش آجاتا لیکن بنی المصطلق کے سرداروں کو بروقت علم ہو گیا اور انہوں نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ صاحب تو ہمارے پاس آئے ہی نہیں ہم تو منتظر ہی رہے کہ کوئی آکر ہم سے زکوٰۃ وصول کرے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا" (خلافت وملوکیت ص۱۲)

مودودی صاحب خواہ مخواہ ان تقدس مآب صحابی رسولؐ (ولیدؓ بن عقبہ) کو اس آیت کا مصداق بنا کر ان پر کذب وفسق کی تہمت لگا رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ولیدؓ کو کسی شخص نے راستہ میں مل کر یہ خبر سنائی کہ بنی المصطلق باغی ہو گئے ہیں اور تمہارے قتل کے درپے ہیں۔ اس سے انہیں خوف پیدا ہوا اور وہ واپس ہو گئے، اس جھوٹے مخبر کو جس نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ غلط خبر دی ہے

قرآن مجید میں "فاسق" فرمایا گیا ہے نہ کہ سیدنا حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو۔

اس کے علاوہ اپنی گمراہ کن تصنیف کے صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ پر حضرت عثمانؓ اور ولیدؓ بن عقبہ پر مزید الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"۲۵ھ میں اس چھوٹے سے منصب سے اٹھا کر حضرت عثمانؓ نے ان کو (ولیدؓ بن عقبہ) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جگہ کوفے جیسے بڑے اور اہم صوبے کا گورنر بنا دیا وہاں یہ راز فاش ہوا کہ یہ (یعنی ولیدؓ بن عقبہ) شراب نوشی کے عادی ہیں، حتیٰ کہ ایک روز انہوں نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی پھر پلٹ کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھاؤں؟..... چنانچہ صحابہؓ کے مجمع عام میں ولیدؓ پر مقدمہ قائم کیا گیا ...... الخ

(بحوالہ استیعاب)

"استیعاب" کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ بالکل غیر معتبر کتاب ہے جس میں بعض جواہر پاروں کے ساتھ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے ہیں[۱]، اس لیے صاحب استیعاب کی رائے اس بارے میں بالکل بے وزن ہے اور یاوہ گوئی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہے، قصہ کا تعلق تاریخ سے ہے اس لیے درایت کی کسوٹی پر بھی اسے پرکھنا لازم ہے، جب ہم اس زاویہ سے اس قصہ پر نظر کرتے ہیں تو یہ بالکل من گھڑت اور سراپا بہتان و افترا نظر آتا ہے۔

پہلا سوال تو یہی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ولیدؓ، حضرت صدیق اکبرؓ اور

---

[۱] تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں "اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت"

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں مدت دراز تک مختلف عہدوں پر مامور رہے لیکن کبھی ان پر یہ الزام نہیں لگایا گیا، آخر کوفہ ہی پہنچ کر کیوں انہوں نے اس حرکت کا ارتکاب کیا؟ اس سے قطع نظر کہ وہ صحابیٔ رسول تھے ایک عام مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی یہ بات بالکل بعید از قیاس ہے کہ اتنی عمر پاکبازی و تقویٰ کے ساتھ بسر کرنے کے بعد یکایک وہ شراب پینے لگیں، یہ چیز ظاہر کے خلاف ہو اسے اتنی آسانی کے ساتھ قبول کر لینا مودودی صاحب، ایسے حضرات ہی کا کام ہے جو صحابۂ کرامؓ کی عداوت کی وجہ سے ان کے خلاف ہر الزام کو قبول کر لیتے ہیں، حالانکہ اگر آج دو شخص اسی فعل کی شہادت خود مودودی صاحب کے خلاف دے دیں تو ان کی جماعت کا کوئی فرد بھی اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا اور اسے مخالفین کی سازش قرار دے گا۔

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص شراب پی کر کہیں بیٹھ جائے تو کم از کم دو تین گز تک فضا کا تعفن دوسروں کے لیے ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے، اس زمانے میں تو اس کی بدبو اور بھی زائد ہوتی تھی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز سے پہلے یا دورانِ نماز کسی کو اس کا احساس کیوں نہ ہوا کہ یہ شراب پئے ہوئے ہیں؟ اور اگر احساس ہوا تھا تو ان کے پیچھے نماز کیوں پڑھی؟...... اور پھر جب وہ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے تھے تو کسی نے لقمہ کیوں نہ دیا؟ کیا سب کے سب نماز کے مسائل سے اس درجہ ناواقف تھے کہ فجر کی رکعتوں کی تعداد بھی نہیں جانتے تھے؟ یا یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ امام کو سہو ہو جائے تو کیا کرنا چاہیئے؟

عربی کی مشہور مثل ہے کہ بغضک الشیئ یعمی ویصم (کسی چیز کی عداوت آدمی کو بعض اوقات اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) مودودی صاحب کو صحابہ کرامؓ خصوصاً بنی امیہ سے جو عداوت ہے، اس کی وجہ سے انہوں نے یہاں پہنچکر اپنے محبوب مؤرخ طبری کی طرف سے بھی آنکھیں پھیر لیں، حالانکہ اس نے ۳۰ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ :۔

"کوفہ سے جرائم پیشہ آدمیوں جن کے بیٹوں کو حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے کسی جرم پر سزا دی تھی ان کا انتقام لینے کے لیے یہ سازش کی کہ آں ممدوح پر شراب نوشی کا الزام لگایا جائے، چنانچہ ایک نے آپ کی مہر چرالی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ شراب پیتے ہیں، ہم نے نشہ کی حالت میں ان کی مہر حاصل کرلی اور انہیں شراب کی قے کرتے دیکھا ہے"۔

طبری کی جو روایت صحابہ کرامؓ کے خلاف ہوتی ہے وہ تو مودودی صاحب کو بہت مرغوب ہوتی ہے، لیکن اس روایت سے ایک صحابیؓ پر ایک بہتان و افتراء کی قلعی کھل رہی ہے اور شراب کے قصے کا من گھڑت ہونا ثابت ہو رہا ہے اس لیے موصوف نے اسے بالکل نظر انداز فرما دیا۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ

ان کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو مسلمان ہونے کے بعد مرتد

ہو چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگر خانہ کعبہ کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے، یہ ان میں سے ایک تھے، حضرت عثمانؓ انہیں لے کر اچانک حضورؐ کے سامنے پہنچ گئے اور آپؐ نے محض ان کے پاسِ خاطر سے انہیں معاف فرما دیا تھا۔" (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۰۹)

گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں معاف فرما دیا تھا مگر مودودی صاحب انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، مزید گذارش یہ ہے کہ زمانہ کفر و جاہلیت کے افعال کا طعنہ دینا شریعت و اخلاق کے کس اصول کے اعتبار سے جائز ہے؟ علمائے محققین نے حدیث سے مستنبط کر کے تحریر فرما دیا ہے کہ ارتدادِ حقیقی محال ہے، یعنی کوئی شخص صدقِ دل سے مسلمان ہو جائے تو وہ مرتد نہیں ہو سکتا، کسی کے مرتد ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے ہی اس کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا اور سچے دل سے وہ مسلمان ہوا ہی نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح پہلی مرتبہ محض ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے، اس کے بعد مرتد ہو کر چلے گئے، لیکن کچھ مدت تک غور و فکر کے بعد جب اسلام کی صداقت پورے طور پر واضح ہو گئی تو صدقِ دل سے ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت سے مشرف ہو کر ولایت کے اعلیٰ ترین درجہ صحابیت پر فائز ہوئے، ان کی بعد کی زندگی ان کے اخلاص

اور کمالِ ایمان کی شاہد عادل ہے۔ اسلام لانے کے بعد گذشتہ کفر و ارتداد کا طعن کرنا خود طعن کرنے والے کو آخرت میں مطعون کر دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غصہ ان پر تھا وہ ان کی ذات اور شخصیت پر نہ تھا بلکہ ان کے وصفِ کفر و ارتداد پر تھا۔ جب اس ذمیمہ سے وہ پاک ہو گئے تو وہ غصہ بھی محبت اور رحمت میں تبدیل ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تو نہ تھے جو یہ جان لیتے کہ تقدیرِ الٰہی میں ان کی سعادت مقدر ہو چکی ہے۔.......کیا مودودی صاحب بتا سکتے ہیں کہ دوبارہ اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آنحضورؐ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ان کے متعلق نفاق کا شبہ کیا ہو؟ یا آنحضورؐ نے ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کا اعتراض بالکل باطل اور غضبِ الٰہی کا موجب ہے۔ یہ جملہ کہ:-

"آپؐ نے محض ان کے پاسِ خاطر سے انہیں معاف فرما دیا تھا"

بہت بے ادبانہ اور گستاخانہ ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر حضرت عثمانؓ کا پاسِ خاطر نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل کروا دیتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اُس وقت ارتداد سے تائب اور صدقِ دل سے مسلمان ہو گئے تھے یا نہیں؟ اگر ہو گئے تھے تو کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مومن کو قتل کر دیتے؟ اور تائب ہونے والے کو توبہ سے روک لیتے؟ (معاذ اللہ) کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بصورتِ دیگر اگر وہ صدقِ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا تو کیا آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی خاطر سے ایک شخص کے ارتداد کو گوارا فرمایا؟ اور اس جرم کی سزا

دینے سے پہلوتہی فرمائی؟ (العیاذ باللہ) کوئی مومن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کا خیال بھی دل میں لانا گوارا نہیں کر سکتا، اس قسم کے فاسد و کاسد افکار مودودی صاحب اور ان کے متبعین ہی کو مبارک ہوں، مقامِ عبرت ہے کہ عداوتِ صحابہؓ نے مودودی صاحب کو اس جگہ پہنچا دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

مودودی صاحب فاضل مصنّف کی نظر میں

میں مودودی صاحب کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوں لیکن اس کتاب کو نیز ان کی اسی قسم کی سابق تحریروں کو دیکھ کر میرا اندازہ یہ ہے کہ موصوف کا بچپن شیعی ماحول میں بسر ہوا ہے اور سبائیت کے ایمان خور جراثیم ان کے قلب اور دماغ میں اسی وقت سے داخل ہو چکے ہیں، بزرگوں کے ساتھ موصوف کے رویّہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے دامنِ عصمت کو بھی داغدار بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے، چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

"تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونسؑ سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر

قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا اس لیے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوروں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ سورہ یونس ص ۹۹)

اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کرنا کتنا بڑا جرم اور گناہ ہے؟ اس کی تصریح کی ضرورت نہیں، مودودی صاحب یہ جرم ایک نبی معصوم کی طرف منسوب کر رہے ہیں، کیا یہ جرم عصمت کے منافی نہیں؟ کیا اس کی نسبت کسی نبی کی طرف کرنا سخت بے ادبی اور گستاخی نہیں؟ شیعہ کہتے ہیں کہ خلافت علیؓ کا اعلان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا مگر آپؐ نے بخوف شیخینؓ اس کا صاف صاف اعلان نہیں کیا، اس طرح گویا معاذ اللہ آپ نے ایک فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ مودودی صاحب بھی باطنًا شیعہ ہیں لیکن ظاہری سنیت کی وجہ سے صاف صاف اس عقیدے کا اظہار نہیں کر سکتے اس لیے انہوں نے حضرت یونسؑ کی طرف اس جرم کو منسوب کر کے ذہن کو شیعوں کے مندرجہ بالا عقیدے کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اگر ایک نبی ادائیگی فرض میں کوتاہی کر سکتا ہے تو دوسرے انبیاء کے متعلق بھی یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔

(اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد جب مذکورہ عبارت پر لے دے ہوئی تو موصوف نے دوسرے ایڈیشن میں اس پوری عبارت کو حذف کر دیا لیکن نہ تو غلطی کا اعتراف کیا اور نہ ہی ان لوگوں کو اس ترمیم سے آگاہ ہونے دیا کہ جن کے پاس پہلا ایڈیشن موجود ہے۔ اس قسم کی حرکت سے اس کے سوا اور کیا سوچا

جا سکتا ہے کہ مودودی صاحب نے ان افراد کی گمراہی کو غنیمت جانا ہے)

متجددین فتنۂ سبائیت

اس وقت فتنۂ سبائیت کی تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے، دکھانا صرف یہ ہے کہ ہر زمانے میں اس نے ایسے اشخاص کو جنم دیا ہے جنہوں نے زمانہ اور ماحول کے اعتبار سے اسے پھیلانے کی پوری کوشش کی ہے اور زمانہ کے فکری ذوق کی مناسبت سے اسے نیا لباس پہنایا ہے، موجودہ دور میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں فتنۂ سبائیت کا مجدد کہا جا سکتا ہے، مشہور ملحد ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور "فجر الاسلام" کے مصنف ڈاکٹر احمد امین اور سید قطب کے نام اس سلسلہ میں قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے جدید اسلوب اختیار کر کے عربی زبان میں سبائیت کی خوب خوب وکالت کی ہے، اردو میں لکھنے والوں میں بھی اس قسم کے مصنفین موجود ہیں جن میں نمایاں اور مشہور شخصیت مولوی سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعتِ اسلامی پاکستان کی ہے۔

موصوف کی تازہ تالیف "خلافت و ملوکیت" نے تو نقابِ تقیہ کو بالکل ہی پارہ پارہ کر کے موصوف کی سبائیت کو الم نشرح کر دیا ہے، کتاب میں حسن خوبصورتی اور سلیقہ کے ساتھ سبائیت کے تلخ زہر کو شیریں بنا کر نادانوں کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی اور اسے دیکھ کر اس کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ موصوف بلاشبہ سبائیت کے مجدد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

بعض حضرات اس پر چیں بجبیں ہیں کہ تم نے مولانا مودودی صاحب پر تجدید سبائیت کا الزام کیوں عائد کیا؟ ان سے گذارش ہے کہ عبد اللہ ابن سبا کی پوری تحریک کی روح رتبۂ صحابیت کی ناقدری اور صحابۂ کرامؓ پر بے اعتمادی تھی وہ خود تو یہودی منافق تھا لیکن اس نے مسلمانوں میں ایسی جماعتیں پیدا کر دیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی صحابۂ کرامؓ کے حق میں بدگمانی اور بدزبانی سے کام لینے لگے، ان میں بہت سے فرقے ہو گئے، بعض تو حد کفر تک پہنچ گئے۔ مثلاً شیعہ، یا طنیہ یا نصیریہ وغیرہ بعض اسلام میں تو داخل رہے مگر مبتدع اور گمراہ کہلائے، یہ اگرچہ مسلمان ہیں مگر اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ صحابۂ کرامؓ کے حق میں اتنی بدگمانی و بدزبانی کے بعد بھی اگر کوئی شخص اہلسنت والجماعت میں داخل رہے تو یہ لفظ ہی بے معنی ہو جائے گا، میں انہیں مسلمان سمجھتا ہوں لیکن شیعہ اور گمراہ سمجھتا ہوں، انہوں نے ایک نئے عنوان سے (جو موجودہ زمانے میں مقبول ہے) ایک جماعت صحابہؓ کو مجروح کر کے ان پر بے اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو ابن سبا کا خاص مشن تھا اس لیے میں نے انہیں مجدد سبائیت کہا ہے۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لیے لمحۂ فکر

مودودی صاحب نے اسلامی حکومت کے قیام کے کام پر آپ سب کو جمع کیا ہے، لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ تیرہ سو (۱۳۰۰) برس کے زمانہ میں وہ صرف بارہ تیرہ سال اپنی صحیح شکل میں قائم رہی، حضرت عثمانؓ ہی کے زمانہ سے اس میں تغیر پیدا

ہونا شروع ہو گیا، حضرت علیؓ نے اصلاح کرنا چاہی مگر ناکام رہے، حضرت حسنؓ نے بھی صرف ۶ ماہ کوشش کے بعد اس سے دست کشی اختیار کرلی، ان کے بعد ان کی اصطلاحی "ملوکیت" کا دور شروع ہو گیا اور خلافت کا ایسا خاتمہ ہوا کہ آج تک وہ عنقا ہے، گویا اسلامی حکومت کے تیرہ سو سال میں زیادہ سے زیادہ تیس ۳۰ سال قائم رہی، اس میں بھی خاصا زمانہ ایسا گذرا جس میں اس کا کمال رخصت ہو چکا تھا اور اس کی ناقص شکل باقی رہ گئی تھی۔ اس نظریہ سے کیا یہ نہیں معلوم ہوتا کہ "اسلامی حکومت" نظری طور پر بہت اچھی چیز ہے لیکن اس کا عملی وجود ممکن نہیں ہے؟ پھر جب وہ عملاً غیر ممکن ہے تو اس کے لیے جدوجہد کرنا اضاعتِ وقت وقوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مہربانی فرما کر اس سوال پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ اسلامی حکومت کا نعرہ لگانے کے بعد صحابۂ کرامؓ کو مجروح کرنا "یکے بر سرِ شاخ بن می برید" کا مصداق بن جاتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد یہ بھی سوچئے کہ مودودی صاحب آپ کو کدھر لے جا رہے ہیں؟ اسلامی حکومت کی جانب یا شیعیت کی جانب؟

احقر
محمد اسحٰق صدیقی ندوی عفی عنہ
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مودودی صاحب کی گمراہی کے

اُنیس ۱۹ وجوہ

مکتوبِ گرامی

امیر جماعت اسلامی کے نام

از شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح

مکتوب امیر جماعت اسلامی بنام شیخ الاسلام حضرت مدنی رح

مخدومی السلام علیکم

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں آنجناب کی شرکت کے لیے ایک دعوت نامہ کئی روز ہوئے ارسالِ خدمت کیا گیا تھا اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اسے قبول فرمایا یا نہیں ا جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجتماع کی وجہ سے آنجناب کی مصروفیتوں کا بخوبی اندازہ ہے لیکن ان دونوں اجتماعات کی تاریخوں میں اتنا تفاوت ہے کہ آپ تھوڑا سا وقت ہمیں بھی مرحمت فرمائیں گے۔ ہمارا اجتماع انشاء اللہ ۲۰ اپریل سے شروع ہوگا، آنجناب سے ملنے کا اشتیاق تو بہت عرصہ سے ہے چنانچہ

اس سلسلہ میں میں نے خط و کتابت بھی کی تھی لیکن بدقسمتی سے آپ اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے اُس وقت کوئی وقت نہ دے سکے، اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن کے ذریعے وقت کے تعین کی خواہش کی تھی لیکن اس موقع پر ملاقات کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی۔

بہرحال میں متعدد مسائل پر تبادلۂ خیال کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں اور بہت سے امور میں آنجناب سے کچھ مشورے بھی کرنے ہیں اگر اس اجتماع کے موقع پر آپ تشریف لے آسکیں تو یہ ہماری عزت افزائی کا بھی موجب ہوگا اور یہ پیشِ نظر مقصد بھی حاصل ہو سکے گا، لیکن اگر خدانخواستہ یہ ممکن نہ ہو تو پھر اجتماع حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ مجھے کوئی موقعہ عنایت فرمائیں تو انشاءاللہ میں خود حاضرِ خدمت ہوں گا۔

اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں وہ دارالافتاء دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو سہارنپور سے "مودودی فتنہ مٹا دو" "مودودی تحریک مہلک اور زہرِ قاتل ہے" "مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں" "مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو" کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے، معلوم نہیں یہ فتوے آپ کی نگاہ سے بھی گذرا ہے یا نہیں؟ یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کے لیے انتہائی حد تک تکلیف دہ اور دلآزار ہے جو تحریکِ اسلامی کو حق سمجھ کر اس میں شریک ہوئے ہیں یا اس کو حق سمجھتے ہیں ایسے فتویٰ کا دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونا جہاں آپ جیسے محتاط حضرات ہیں، ہمارے لیے انتہائی حیرت اور قلق کا موجب ہوا ہے، بالخصوص ایسی

حالت میں کہ ان امور کے بارے میں جن پر اس فتوی کی بنیاد قائم کی گئی ہے متعدد بار ہماری طرف سے توضیحات شائع کی جا چکی ہیں اور جن کے بارہ میں ذمہ دارانِ دار العلوم سے براہِ راست خط و کتابت بھی ہو چکی ہے جس کا سلسلہ ابھی جاری ہے، امید ہے کہ جناب جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے۔

والسلام

ابو اللیث

امیر جماعت اسلامی

در مجلسِ خود راہ مدہ ہیچو منے را

افسردہ دلے افسردہ کند انجمنے را

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا، اس سے پہلے دعوت نامہ پہنچا تھا، اجلاس سالانہ جمعیۃ کے سر پر آجانے کی وجہ سے میری مصروفیتوں کا عذر جناب نے صحیح طور پر اندازہ کیا مگر اس کے علاوہ اور بھی ایسے ہی یا اس سے زائد قوی اعذار اس وقت در پیش ہیں، مثلاً دار العلوم کا سالانہ امتحان ہے جو کہ رجب کی آخری تاریخوں سے شروع ہو کر ۲۳ / ۲۴ شعبان پر ختم ہوتا ہے، نیز دار العلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہے جس میں کتب مفوضہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا ختم کرانا ہے جس کو ۲۷ / ۲۸ شعبان تک انجام دینا ہے، یہ امور علاوہ اُن امور کے

ہیں جو کہ تمام سال میں انتہائی مصروفیتوں کے باعث ہوتے ہیں، جن موٹی موٹی سرخیوں والے اشتہارات کو آنجناب ذکر فرماتے ہیں ان کا مجھ کو آپ کے والا نامہ سے پہلے کوئی علم نہ تھا، صرف سہارنپور سے مسمیٰ بہ "کشفِ حقیقت" یعنی "تحریکِ مودودیت اپنے اصلی رنگ میں" ایک صاحب نے بھیجا تھا اس کا البتہ علم ہوا تھا۔

محترما! میرا پہلے خیال تھا کہ آپ کی تحریک اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی، دینی اور دنیاوی کمزوریوں اور ان کے انتشارات کے دور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے، اگرچہ طریقِ تنظیم میں اختلاف رائے ہو اس لیے میں نے اس کے خلاف آواز اٹھانا یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا، اگرچہ افرادِ جماعت اور قائدِ جماعت کی طرف سے بسا اوقات ناشائستہ الفاظ تحریر اور تقریر میں معلوم ہوئے مگر ان سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا، مگر آج جب کہ میرے سامنے اطراف و جوانب ہند و پاکستان سے آنے والے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور پانی سر سے گذر گیا ہے تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

آپ کی تحریکِ اسلامی خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ، خوارج، روافض، جہمیہ وغیرہ فرقِ قدیمہ اور مثل قادیانی، چکڑالوی، مشرقی، نیچری، مہدوی، بہائی وغیرہ فرقِ جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے، وہ ان اصول و عقائد و اعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہلسنت والجماعت اور اسلاف کرام کے خلاف ہے۔

(۱) وہ تفسیر بالرائے کی قائل ہے، ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدانِ یورپ اور ان کی نئی روشنی کا حامل اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنی رائے اور مذاق سے تفسیر کر کے مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ بنے اور یہی آپ کے یہاں ہو رہا ہے خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلف صالحین اور اقوالِ صحابۂ کرام رض کے خلاف ہو۔

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم پر ان الحکم الا للہ کی تفسیر بالرائے کر کے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کر دی اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کلمۃ الحق ارید بہا الباطل۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ ہے، ان لوگوں کو سنت سے سمجھانا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے مگر چار ہزار اپنی ضد اور رائے پر قائم رہے اور تکفیر و قتل کا بازار گرم کرتے رہے، یہی فرقہ خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد اسی تفسیر بالرائے کی وبا اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو عمل میں لایا گیا، مرتکب کبائر وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی اور نہ صرف خوارج تک ہی اس کی محدودیت رہی بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ، روافض، جہمیہ، کرامیہ، مجسمہ، مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالرائے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ اہلسنت والجماعت ہمیشہ اتباع سنت اور اسلاف صالحین صحابۂ کرام اور افاضلِ تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء اور مذاق کو

انہیں کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوتے رہے اور ما انا علیہ او ر اصحابی کی سند حاصل کرتے رہے۔ یہی بعینہٖ واقعہ ان ازمنہ اخیر میں پیش آیا۔ نیچریہ، قرآنیہ اتباع چکڑالویہ، قادیانیہ، خاکسار بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالرائے اور اپنے عقل اور مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرف کھینچنا یا ترک کر دینا اختیار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی پیش بندی کرتے ہوئے فرمادیا تھا (من فسر القرآن برایہ فقد کفر او کما قال) کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ صحابۂ کرامؓ اور ان کی تلامیذ جن کی مادری زبان عربی تھی اور جنہوں نے وحیٔ خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود اور آپ کے اعمال اور سنن کو دیکھنے والے تھے، اور تابعین جو مشاہدین وحی کے شاگرد رشید تھے اُن کی تفسیریں تو بالائے طاق رکھ دی جائیں اور ان کو مردود اور غلط قرار دے دیا جائے، اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جن کو زبان عربی اور اس کے ادب اور اصول دین وغیرہ میں کوئی مہارت تامہ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو بلکہ کیمبرج یا آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت کی بناء پر ان کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دے دیا جائے۔ جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علوم دینیہ کو پڑھتے پڑھاتے گذر گئی ہیں ان کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسران علوم ملاحدۂ یورپ کی ستم ظریفیوں کو مرادِ خداوندی اور مقصودِ الٰہی قرار دیا جائے۔ کیا کوئی عقلمند یا کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی فوجی کالج کے سند یافتہ کو یا انجنیئرنگ کالج کے فارغ التحصیل کو (اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہوں) میڈیکل ڈیپارٹمنٹ

میں کام کرنے اور بیماروں میں معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دی جائے گی جب کہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبی سند بھی نہیں رکھتا ہے، ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کر دینے کے مترادف ہے، اور بجائے نفع رسانی مضرات اور بجائے تعمیر تخریب کا باعث ہوگا۔ یہی حال ایسے مفسرین کی تفسیر بالرائے کا ہے کہ سلف صالحین کی تفسیر اور اصولِ دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہوگی۔

(۲) وہ پیغمبر اسلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا بتلاتے ہوئے تاریخی واقعات کے ذریعہ سے احادیثِ صحیحہ اور حسنہ کو ردی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے، حالانکہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحیِ خداوندی قرار دیتی ہیں، دنیاوی مشوروں اور جزئیاتِ یومیہ اور روزمرہ کی ضروریاتِ زندگی پر اخبار ہائے نبویہ اور احکاماتِ سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفت نصوصِ قطعیہ سے ابتداع فی الدین کی کھلی ہوئی تجویز ہے۔

(۳) وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم یا صحیح غیر متفقی المراد روایات کی بناء پر غیر قابلِ وثوق اور ہدفِ ملامت بناتی ہے، حالانکہ انہی کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لیے اسلام کا مدار ہے، اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذۂ اسلام غیر قابلِ اعتماد ہو گئے تو تمام عماراتِ دین بالکل ڈھہ جائے گی۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے، بیشمار احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں اور زوردار الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام

انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول وفروع ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔

(۴) وہ صحابۂ کرام رضؓ کی متعدد روایتوں کو خواہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں ان کی خوش اعتمادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقفیت سے دور کر دیتی ہے حالانکہ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق و اعمالِ نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سے بڑا کاری ہتھیار ہاتھ آجاتا ہے۔

(۵) وہ احادیثِ صحیحہ کے راویوں اور ائمہ حدیث کو مجروح کرنے اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوالِ ضعیفہ یا غیر ظاہر المراد اقوالِ صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہل ہوا دشمنوں کے اقوال کو پیش کرتی ہے، مشاہیرِ عالم ائمہ ثقات کو غیر قابلِ اعتبار قرار دیتی ہے حالانکہ اس سے تمام ذخائر احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں اور لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا کا سماں پیش آجاتا ہے۔

وہ تقلیدِ شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے، حالانکہ یہ امر آیاتِ قرآنیہ فاسئلوا اھل الذکر۔ واتبع سبیل من اناب الیّ۔ ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین (الآیۃ) کی بناء پر فی زماننا (جب کہ اہل علم وجامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں، جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال اور وقائع بتلا رہے ہیں) تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور تارکِ تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے، اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ دین اور مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے اور فسق و فجور میں مبتلا کر دیتا ہو

اس کا معمولی اثر ہے۔

(۷) وہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتلاتی ہے حالانکہ یہ ائمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت و تقویٰ اور علوم دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں، ان کی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

(۸) وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا بھی خلاف کیوں نہ ہو۔

حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں اُن کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدم تقلید کے زوردار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے، اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد دوم صـ ۵۱، ۵۲، ۵۳ میں لکھتے ہیں: ”پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و فجور تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے، ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحتِ دنیاوی

سے فسقِ ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں
کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال، خدا کے مال و حقوق دبا
رکھتے ہیں، کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر
دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا
بھاری سبب ہے۔" الخ مختصراً

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے وہ تو
اس زمانہ میں عام طور پر اہلِ علم میں بھی موجود ہے، بالخصوص پروفیسروں اور
انگریزی تعلیمیافتہ حضرات میں، تو یہ حضرات علومِ اسلامیہ اور فنونِ عربیہ اور ادبِ عربی
سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوامِ مسلمین، اور اگر کسی میں قدرے شُد بُد
موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم کے ہے۔ عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی تراجم
سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں، ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ
ہندوستانی ہوں یا یورپین، عربی کے ایم اے اور فاضل بھی ہیں، وہ عربی درسگاہوں
کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفلِ مکتب ہیں۔ نہ صحیح عبارت عربی قواعد کے
ساتھ پڑھ سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں، نہ بے تکلف بول سکتے ہیں۔ اور اگر بعض
چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ اُن دیگر علوم سے یقیناً
بے بہرہ ہوتے ہیں جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادبِ عربی کا مدار ہے،
چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترکِ
تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور
ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانے کے مجتہدینِ مطلق کو

آزما کر دیکھا ہے۔

(۹) وہ طریقِ تصوف اور سلوک اور اس کے اعمال کو جاہلیت اور الحاد زندقہ قرار دیتی ہے، اس کو بدھ ازم اور یوگ بتلاتی ہے، حالانکہ یہی طریق اور اعمال ہیں کہ فی زماننا اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے مامور بہ کی تحصیل اور عبودیتِ کاملہ کا استحصال بغیر اس کے اسی طرح ناممکن ہے، جیسے کہ فی زماننا قرآن حکیم کا صحیح پڑھنا بغیر زیر، زبر، پیش، جزم و تشدید اور بغیر تجوید غیر ممکن ہے اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زماننا سمجھنا اور عربیت عربی کو حاصل کرنا بغیر صرف نحو، معانی و بیان بدیع و کتبِ لغت غیر ممکن ہے، قرونِ اولیٰ کو تلاوتِ صحیح اور فہم معانی میں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جن کی مادری اور روزمرہ کی بول چال عربی ہے) ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں۔ کم و بیش کا فرق دوسری بات ہے، اختلاط بالعجم نے ان کو عجمی بنا دیا ہے، زمانہ ہائے قدیمہ اور قرونِ اولیٰ میں احسان اور عبدیتِ کاملہ قربِ زمانۂ نبویہ کی بنا پر ان طریق و اعمال کی محتاج نہ تھی، مگر آج بغیر ان کے ان مامور بہا کمالات کا حاصل کرنا عادتاً غیر ممکن ہو گیا ہے، ان کو یوگ قرار دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

(۱۰) وہ سلف صالحین اور اولیاء اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی کرتی، سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل و خوار کرتی ہے، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من اذیٰ اولیاءی اٰذنتہٗ بالحرب اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا

اذکروا موتاکم بخیر۔ اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا
جس سے تحذیر مقصود ہے۔

(۱۱) وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز اور ان کے اتباع و احفاد اور دیگر ائمہ قدسی حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرارہم، ائمہ طریقت کو مسلمانوں میں افیون اور ضلال و گمراہی کے انجکشن دینے والے اشخاص بتلاتی ہے، حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلاف کرام ہیں جنہوں نے تمام دنیائے اسلام میں دین اور سنت کو زندہ کیا اور ان کے فیض اور برکات سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقویٰ کی نعمت حاصل ہوئی ان کے مآثر اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

(۱۲) وہ مذکورہ بالا مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو بوگ اور بدھ ازم اور ضلالت کے پھیلانے والی بتلاتی ہوئی ان کی تذلیل کرتی ہے، حالانکہ اعمال طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں یا چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے، یوگ اور بدھ ازم سے کوسوں دور ہیں، طریقت کی تعلیم سراسر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اعمال و اقوال سے بھری ہوئی ہے، اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید کی ہے، جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شاہد عدل ہیں۔ دیکھو تصانیف امام ربانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور "عوارف المعارف" "فتوح الغیب" وغیرہ۔

(۱۳) وہ علماء ظاہر اور محافظین علوم شرعیہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال

کرتی ہوئی عوام کو ان سے متنفر کرتی ہے اور ان کی تذلیل و توہین عمل میں لاتی ہے اور ان کو غیر قابلِ اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کی طرف لے جاتی ہے۔

حالانکہ اس پُر آشوب اور پُرفتن زمانہ میں جب کہ فسق و فجور اور الحاد و کفر، ہوا پرستی اور خواہشاتِ نفسانی کا چاروں طرف دور دورہ ہے، خدا اور رسول سے لوگ دور ہوتے جا رہے ہیں اور شریعت کو پسِ پشت ڈالتے جاتے ہیں، ضروری تھا کہ محافظینِ شرع اور مبلغینِ دین و ہدایت کا وقار عوام میں قائم کیا جاتا اور احیائے دین اور اتباعِ شریعت کی صورتیں پیدا کی جاتیں، عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جمانا دین کے مٹانے کے مترادف ہے۔ یہی طریقہ تمام مبتدعہ نے ہمیشہ سے جاری رکھا ہے، یہی طریقہ نیچریوں، قادیانیوں اور خاکساروں وغیرہ نے کیا، بلکہ مشرقی کا رسالہ ماہواری "مولوی کا ایمان" تو اس باب میں خوب کھیل کھیلا اور ہر مبتدع اور ضال او رمعیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت و گمراہی کے پھیلانے کے لیے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا۔

(۱۴) وہ احادیثِ صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور اپنے مذاق سے مجروح قرار دے کر عام مسلمانوں کو ان سے منحرف کرتی ہے حالانکہ سلف صالحین صحابہ کرامؓ، تابعینِ عظام قرون مشہود لہا بالخیر نے ان کو قبول فرمایا ہے، اور جو شبہات اس پر وارد کیے جا سکتے ہیں ان کے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلیٰ درجہ عطا کریں مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں جن پر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں، احمق سے احمق شخص بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال

کرتا ہے ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد
بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

(۱۵) وہ مثلِ خوارج اِنِ الحکم اِلَّا اللہ، اور مَن لم یحکم بما انزل اللہ کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے، حالانکہ یہ اس کی غلط تاویلات اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور "کلمۃ حق ارید بہا الباطل" کا نتیجہ ہے نیز سلف صالحین کی آرا اور اعمال سے بغاوت اور انحراف ہے۔

(۱۶) وہ چکڑالوی کی طرح ذخیرہ احادیث دینِ متین کو (معاذ اللہ) ناقابلِ اعتبار قرار دیتی ہے اگرچہ وہ اخبارِ احاد ہی کیوں نہ ہوں، حالانکہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک ان کو اصول دین قرار دیا گیا ہے اور بہ نسبت روایات تاریخیہ ان کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھا گیا ہے۔

(۱۷) وہ مثل فرقہ قادیانیہ اپنے قائد اعظم اور امیر کو ایسا مختار بتاتی ہے کہ اپنے مذاق سے جس حدیث کو قابلِ اعتماد قرار دے اور جس کو چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے، حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم میں نہ کسی میں پہلے ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں مانی گئی اور نہ اس زمانہ فتنہ و فساد میں مانی جا سکتی ہے جب کہ رائے صائب، انابتِ کاملہ اور علم کامل عنقا ہو رہے ہیں بلکہ حسب ارشاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ"۔ ایسا امر موجودہ دور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

(۱۸) وہ ذخائر فقہ کو غلط اور ذخیرہ ضلالت بتاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے اور مسلمانوں کے آج تک تیرہ سو برس کے عمل درآمد کو جاہلیت اور گمراہی بتلاتی ہے اور سب گذشتہ مسلمانوں کو غیر ناجی کہتی ہے، حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

(۱۹) وہ مثل معتزلہ و روافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر "حقیقی توحید کا دفتر، جماعت موحدینِ حقیقی کاملین اسلام" یا اس کے مترادف الفاظ میں لکھتی ہے جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو "اصحاب العدل" اور "اصحاب التوحید" کہتے اور لکھتے تھے، شیعہ اپنے آپ کو محبینِ اہلِ بیت لکھتے ہیں، جس کے معنیٰ یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے اصحاب اور فرقے اصحاب عدل نہیں اور نہ اصحاب توحید ہیں اور نہ اصحاب اہل بیت سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمانوں میں زمانہ ہائے گذشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے صاف ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج، روافض وغیرہ اور اہلسنت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنہ اخیر میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں، قرآنیوں، نیچریوں، قادیانیوں، خاکساروں وغیرہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں، غیر مقلد اپنے آپ کو اہلحدیث والتوحید کے خوشنما سائن بورڈ سے مزین کر کے آوازہ بلند کرتا ہے کہ احناف حدیثِ نبوی سے محروم اور توحید سے خالی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے سائن بورڈ سے بھی یہی چیز کالکتا ہے کہ جو لوگ جماعت اسلامی کے ممبر نہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں۔

وہ اسلامیت کاملہ نہیں رکھتے، اس سے عوام کو جس قدر انتشار اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوگا کہ اسلامی جماعت میں داخل نہ ہونے والے مشرک اور کافر غیر ناجی ہیں۔ ہر ایک من مانی باتوں پر بحث کرے گا، اور گالی گلوچ، مناظرہ، مجادلہ، مار پیٹ وغیرہ کا بازار گرم ہوگا اور عوام کو سنبھالنا قبضہ سے باہر ہو کر اُمتِ مسلمہ کو انتہائی مشکلات میں مبتلا کر دے گا۔

مختزماً! دورِ حاضر کے ہم مسلمانانِ انڈین یونین کی مشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہے، مہا سبھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت، آر ایس ایس کی اسلام دشمنی، آریوں کی جارحانہ مذہبی پالیسی اور مرتد بنانے کی جارحانہ کوششیں مسلمانوں کی ہر قسم کی مادی اور روحانی کمزوری اور ان کی منتشرہ حالت ان میں احساسِ کمتری کا روز افزوں مرض، ملحدانِ مغرب کی طرف سے الحاد زندقہ کی مسموم آندھیاں، مادہ پرستی کی زور دار اسکولوں، کالجوں کی تعلیم، نفوس انسانیہ کا دنیاوی اور مادی ترقی کا رجحان وغیرہ وغیرہ امور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاتا، اور حکیمانہ و عاقلانہ تنظیم عمل میں لاکر ان کے خوف و ہراس بدحواسی اور بزدلی ہٹائے دیتی اور بدعملی کو دور کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریک اس کے برخلاف دینی اور دُنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضا میں پیدا کر رہی ہے اور تمام ملک کو اس سے مسموم کر دینے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے' اس لیے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کو نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی

خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بارہا اعلان کر چکے ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریکِ خاکساران میں رکاوٹ دیکھ کر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا چاہتے ہیں، ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ پھر کیا ایسا ہوا اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی؟ خود مودودی صاحب کی زبان ہی سے سن لیجئے، دیکھئے الفرقان نمبر ۲، ۳ صفحہ ۱۰۹ بابت ماہ صفر و ربیع الاول بعنوان خاکسار تحریک، اور علامہ مشرقی۔

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہو گی تو وہ قبلہ توجہ ہو گا اور اس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر پڑے گا، خصوصاً جب کہ مودودی صاحب کے لٹریچر برابر زور دار طریقہ پر شائع کئے جا رہے ہیں اور ممبروں اور غیر ممبروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے، ایسے وقت میں وہ زہریلے مواد جو نہایت چالاکی سے زوردار تحریروں میں رکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔

میرے محترم! امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ جناب سے شرفِ ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے، میں ایک پرانا مسلمان اور مقلد حنفی خادم مشائخ طریقت ہوں، آپ حضرات نئے اسلام کے روشن چراغ ہیں۔ میں مسلمانوں کو سلف صالحین کے راستہ پر چلانا چاہتا ہوں اور اس میں ان کی نجات سمجھتا ہوں، آپ حضرات مودودی صاحب کے نئے اسلام پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے

ہیں، ان کی تجدید اور احیاء کو جو کہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید وغیرہ رحمہم اللہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکی، ذریعہ نجات مسلمانوں کے لیے قرار دیتے ہیں، آپ سلف صالحین کی تیرہ سو سالہ جاہلیت سے جو کہ مسلمانوں میں اس وقت سے لے کر آج تک جاری رہی اور ہر مقتدی اور امام اسلام بجز شرذمہ قلیلہ اس میں مبتلا رہا، اس سے نجات دلانا چاہتے ہیں، پھر اس اصول بون بعید پر کیا امید ہے کہ آپ مجھ پر اثر ڈالیں گے اور میں آپ پر کوئی اثر ڈال سکوں، آپ اس تحریک کو بعرصۂ دراز سے چلا رہے ہیں، کئی برس ہوئے کبھی آپ نے دیوبند تشریف ارزانی کی تکلیف گوارا نہ فرمائی، نہ آپ نے جمعیۃ علماء کے دفتر میں آ کر اس کے کارکنوں سے تبادلۂ خیال کر کے مسلمانوں کی بہتری کی راہ پر غور و فکر فرمایا، میں نہیں سمجھتا کہ آج کس وجہ سے آپ کو اس طرف توجہ ہوئی ہے، بہرحال میں آپ کی توجہ کا شکر گذار ہوں مگر اس بون بعید کے ہوتے ہوئے مجھ کو کوئی امید فائدہ معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ آپ کا رامپور کا جلسۂ عام بڑے درجہ پر آپ کو پہنچا چکا ہے تو بجز اس کے کہ لکم دینکم و لی دین کہہ کر آپ کو تکلیف فرمانے کی زحمت سے سبکدوش کروں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں حیدر آباد کے اجلاس اور دیگر مصروفیتوں کی بنا پر اس عریضہ کو پورا نہ کر سکا تھا آپ کا دوسرا والانامہ جوابی رجسٹری والا باعثِ سرفرازی ہوا، اس کا بھی شکر گذار ہوں جیسے کہ پہلے والانامہ کا شکر گذار ہوں۔

میرے محترم! مذکورہ بالا مضامین جو کہ بہت زیادہ اقتباسات سے لیے گئے ہیں بجائے خود مایوس کن ہیں، دارالافتاء کے مضامین کا جناب کو شکوہ ہے

اور اس کو روکنے کا تا اجتماع حکم دیتے ہیں، اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ہے، اس کے سرپرست جناب مولانا المفتی سید مہدی حسن صاحب ایک معمر تجربہ کار فاضل و محقق ہیں، روزانہ ان کے پاس تیس چالیس بلکہ اس سے زائد استفتاء آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو چکانے ضروری ہوتے ہیں، تحریک اسلامی مذکور کے متعلق بھی جب وہ مجبور ہوئے اور استفتوں کی بھرمار ہو گئی تو قلم اٹھانا اور مودودی صاحب کی تصانیف کو مطالعہ کرنا پڑا، ان کے پاس ان تصانیف کا معتد بہ ذخیرہ بھی ہے، ان کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے، اللہ تعالےٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔

اللّٰهم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابہ۔ (آمین)

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

دیوبند

چند اہم ہدایات

مؤلفہ: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ العزیز

ترتیب و عنوانات از مؤلف عفی عنہ	صحابۂ کرامؓ کی چند خصوصیات	اقتباس از کتاب مقام صحابہؓ

صحابۂ کرام جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ امت کے عام افراد و رجال کی طرح نہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں، یہ مقام و امتیاز ان کو قرآن و سنت کی نصوص و تصریحات کا عطا کیا ہوا ہے، اور اسی لیے اس پر امت کا اجماع ہے، اس کو تاریخ کی صحیح و سقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن و سنت کی نصوص صریحہ اور اجماع امت کے مقابلے

میں متروک ہوگی، تاریخی روایات کا تو کہنا ہی کیا ہے ۔

علامہ ابن کثیرؒ صحابۂ کرام رضؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :۔

عذاب الیم ہے ان لوگوں کے لیے جو ان حضرات سے یا اُن میں سے بعض سے بغض رکھے یا ان کو بُرا کہے ایسے لوگوں کو ایمان بالقرآن سے کیا واسطہ جو ان لوگوں کو برا کہتے ہیں جن سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔

حضرات صحابۂ کرام رضؓ پر اعتراض والزام در اصل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت ہے

ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اُللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہؓ کے معاملے میں میرے بعد ان کو (طعن و تشنیع کا) نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ تعالےٰ کو ایذا پہنچاتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ جس نے صحابۂ کرام رضؓ سے محبت رکھی وہ میری محبت کے ساتھ محبت رکھی۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ صحابہؓ سے محبت رکھنا میری محبت کی علامت ہے، ان سے وہی شخص محبت رکھے گا جس کو

میری محبت حاصل ہو، دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی صحابی سے محبت رکھتا ہے تو میں اس سے محبت رکھتا ہوں، اس طرح اس کی محبت صحابی کے ساتھ علامت اس کی سمجھو کہ مجھے اُس شخص سے محبت ہے۔ یہی دو معنے اگلے جملے بغضِ صحابہؓ کے ہو سکتے ہیں کہ جو شخص کسی صحابی سے بُغض رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض رکھتا ہے یا یہ کہ جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے تو میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔

دونوں معنے میں سے جو بھی ہوں، یہ حدیث اُن حضرات کی تنبیہ کے لیے کافی ہے جو صحابہ کرامؓ کو آزادانہ تنقید کا نشانہ بناتے اور ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو دیکھنے والا ان سے بدگمان ہو جائے یا کم از کم ان کا اعتماد اس کے دل میں نہ رہے غور کیا جائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت کے حکم میں ہے۔

قرآن و سنت میں مقام صحابہؓ کا خلاصہ

آیاتِ قرآنی اور روایاتِ حدیث میں یہی نہیں کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور ان کو رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے بلکہ اُمت کو ان کے ادب و احترام اور اُن کی اقتداء کا حکم بھی دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو بُرا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے، ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان سے بُغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اجماعِ اُمّت کا فیصلہ

مشاجراتِ صحابہؓ کے معاملہ میں صحابہؓ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کا عقیدہ اور فیصلہ ہے کہ خواہ اس وجہ سے ہم ان پورے حالات سے واقف نہیں جن میں یہ حضرات صحابہؓ گذرے ہیں یا اس وجہ سے کہ قرآن و سنت میں ان کے مدح و ثنا اور رضوانِ خداوندی کی بشارت اس کو مقتضی ہے کہ ہم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھیں، اور ان سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہے تو اس کو معاف قرار دے کر کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالیں جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص یا کسرِ شان ہوتی ہو، یا جو ان کے لیے سبب ایذاء ہو سکتی ہو، کیوں کہ ان کی ایذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء ہے، بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس معاملہ میں محقق مفکر بہادری کا مظاہرہ کرے اور ان میں سے کسی کے ذمے الزام ڈالے۔

(مرتب) کاش حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں اس بدنصیب مفکر بہادر کی نشاندہی فرمادیتے تاہم گمان غالب ہے کہ امت اس بدنصیب کو سمجھ جائے گی کیونکہ اس کتاب کا موضوع خود دلالت النص سے اس ابہام کو رفع کر رہا ہے۔

مستشرقین اور ملحدین کے اعتراضات کے جوابات دیتے دیتے خود معترض ہو گئے

اس زمانے میں جن اہلِ قلم نے مصر اور ہندوپاکستان میں مشاجراتِ صحابہؓ کے مسئلہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا، اور اس پر کتابیں لکھی ہیں ان کے پیشِ نظر دراصل آجکل کے مستشرقین اور ملحدین کا دفاع اور جواب دہی ہے جس کو انہوں نے اسلام کی خدمت سمجھ کر اختیار کیا ہے، لیکن اس کام کا جو طریقہ اختیار کیا وہ اصولاً غلط تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود ان کے دام میں آگئے اور صحابۂ کرامؓ کے تقدس اور پاکبازی کو مجروح اور اس مقدس گروہ کو بدنام کرنے کا جو کام مستشرقین اور ملحدین نہیں کر سکے تھے کہ حقیقت شناس مسلمان بہرحال ان کو دشمنِ اسلام جان کر ان پر اعتماد نہ کرتے تھے، وہ کام ان مُصنّفین کی کتابوں نے پورا کر دیا۔

اسلام میں الزام و اعتراض کے عادلانہ اصول

کسی بھی شخصیت کو مجروح کرنے اور اس پر کوئی الزام ثابت کرنے کے لیے اسلام نے جرح و تعدیل کے خاص اصول مقرر فرمائے ہیں جو عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی، جب تک الزامات کو جرح و تعدیل کے اس کانٹے میں نہ تولا جائے اس وقت تک کسی بھی شخصیت پر کوئی الزام عائد کرنا اسلام میں جرم اور ظلم ہے، یہاں تک کہ جو شخصیتیں ظلم و جور میں معروف ہیں ان پر بھی کوئی خاص الزام بغیر ثبوت و تحقیق کے لگا دینے کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

بعض اکابر امت کے سامنے کسی نے حجاج بن یوسف ثقفی پر (جس کا ظلم و جور دنیا میں معروف و متواتر ہے) کوئی تہمت لگائی تو اُس بزرگ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کا ثبوت شرعی موجود ہے کہ حجاج بن یوسف نے یہ کام کیا ہے؟ ثبوت کوئی تھا نہیں، نقل کرنے والے نے حجاج کو بدنام اور معروف بالفسق ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی کہ اس کا ثبوت مہیا کرے۔

اس مقدس بزرگ نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو کہ حجاج اگر ظالم ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے ہزاروں کشتگانِ ظلم کا انتقام لے گا، تو اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ حجاج پر اگر کوئی غلط تہمت لگائے گا تو اس کا بھی انتقام اِس سے لیا جائے گا، ربّ العالمین کا قانونِ عدل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص گنہگار فاسق بلکہ کافر بھی ہے تو اس پر جو چاہو الزام اور تہمت لگا دو، اور جب اسلام کا یہ معاملہ عام افرادِ انسان یہاں تک کہ کفار و فجار کے ساتھ بھی ہے تو اندازہ لگائیے کہ جس گروہ یا جس فرد نے اللہ تعالےٰ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ ان کی مرضی کے لیے قربان کیا ہو اور اپنے ایک ایک قدم اور ایک ایک سانس میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کو وظیفۂ زندگی بنایا ہو جن کے مقامِ اخلاق اور عدل و انصاف کی شہادتیں دشمنوں نے بھی دی ہوں اُن کے متعلق اسلام کا عادلانہ قانون اس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ ان کی مقدس ہستیوں کو بدنام کرنے اور ان پر الزامات لگانے کی لوگوں کو کھلی چھٹی دے دے کہ کیسی ہی غلط سلط روایت و حکایت سے بلا تنقید و تحقیق ان کو مجروح قرار دے دیا جائے۔

بعض مسلم اہلِ قلم پر افسوس

مستشرقین اور ملحدین تو دشمنِ اسلام ہیں یہ اگر جان بوجھ کر بھی اسلام کے اس عادلانہ اور حکیمانہ اصولِ عدل وانصاف کو نظرانداز کریں تو ان سے کچھ مستبعد نہیں، مگر افسوس اُن حضرات پر ہے جو ان کی مدافعت کے لیے اس خونیں میدان میں آترے تھے اُنہوں نے بھی اس اسلامی اصول کو نظرانداز کرکے حضرات صحابہ رض کے بارے میں وہی طریقہ کار اختیار کرلیا جس کو مستشرقین نے اپنی سوچی سمجھی تدبیر سے اسلام اور اسلافِ اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا کہ صرف تاریخ کی بے سند اور غلط ملط روایات کو موضوع تحقیق اور مدارِ کار بنا کر انہیں روایات اور حکایات کی بنیاد پر حضرات صحابہ کرام رض کی شخصیتوں پر الزامات عائد کردیئے۔

مستشرقین کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار واختلاف پیدا کریں، صحابہ کرام رض کے سب گروہ نہیں تو بعض ہی کو مجروح غیر معتمد بنادیں۔ انہوں نے اگر قرآن وسنت کی نصوص وروایات سے آنکھیں بند کرکے صرف تاریخی روایات کی بناء پر حضرات صحابہ کرام رض کے بارے میں کچھ فیصلے کئے تو کوئی بعید نہیں تھا، افسوس ان مسلم اہل قلم پر ہے جنہوں نے اس میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ اسلام کے عادلانہ اصول تنقید اور حکیمانہ جرح وتعدیل کے اصول کو نظرانداز کرکے انہیں تاریخی روایات کو مدارِ کار بنالیا، قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ قطعیہ نے جن بزرگوں کی تعدیل نہایت وزن دار الفاظ میں فرمائی

اور دین کے معاملہ میں ان کے معتمد و معتبر ہونے کی گواہی دی جن کے بارے میں قرآن و سنّت ہی کی نصوص نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان سے کوئی گناہ یا لغزش ہوئی بھی ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفور و مرحوم اور مقبول ہیں اس کے بعد تاریخی روایات سے ان کو جرح و الزام کا نشانہ بنانا اسلام کے تو خلاف ہے ہی عقل و انصاف کے بھی خلاف ہے۔

صحیح اور عادلانہ طرزِ عمل

امّتِ مسلمہ کے لیے خطِ راہِ عمل

اُمّتِ مُسلمہ کے اسلاف و اخلاف صحابہؓ و تابعین اور بعد کے علماءِ اُمّت کا جو اجماع اوپر نقل کیا گیا ہے کہ مشاجراتِ صحابہؓ اور باہم ایک دوسرے کے خلاف پیش آنے والے واقعات میں سکوت اور کفِ لسان ہی شیوہ اسلاف ہے۔ اس معاملہ میں جو روایات و حکایات منقول چلی آتی ہیں ان کا تذکرہ بھی مناسب نہیں، یہ کوئی اندھی عقیدت مندی یا تحقیق سے راہِ فرار نہیں بلکہ صحیح تحقیق کا عادلانہ اور محتاط فیصلہ ہے۔

بعض مسلم اہلِ قلم کی مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے میں عظیم لغزش

بعض حضرات صحابہؓ باہمی قتال میں وجوہ شرعیہ کی بنا پر پیش پیش تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر مقابل سے لڑنے پر مجبور تھا، انہوں نے عین قتال کے

وقت بھی حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہیں کیا اور فتنہ فرو ہونے کے بعد ایکدوسرے کے متعلق ان کی روش بدل گئی اور جو کچھ نقصان دوسرے فریق کے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے پہنچا باوجودیکہ وہ شرعی وجوہ کی بناء پر تھا، پھر بھی اس پر ندامت و افسوس کا اظہار کیا۔

اللہ تعالےٰ کو ان واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی اس مقدس گروہ کے قلوب اور ان کے اخلاص للّٰہ کا اور اپنی کوتاہیوں پہ نادم و تائب ہونے کا حال معلوم تھا، اس لیے پہلے ہی یہ سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے ان سب سے راضی ہونے کا اور ان کیلئے ابدی جنت کا اعلان قرآن میں نازل فرما دیا تھا، جو درحقیقت اس کا اعلان ہے کہ اگر اُن میں سے کسی سے کوئی واقعی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے، تائب ہو گئے اور ان کے نامۂ اعمال سے اس کو محو کر دیا گیا۔

کس قدر حیرت ہے کہ اسلام کی خدمت کا نام لینے والے بعض حضرات ان سب چیزوں سے آنکھیں بند کر کے مستشرقین و ملحدین کے طریقہ پر چل پڑے، ان حضرات کی شخصیات اور ذات پر تاریخ کی غلط سلط اور خلط ملط روایات سے الزامات تراشنے لگے، جن کو خدا تعالےٰ نے معاف کر دیا، انہوں نے ان کو معاف نہیں کیا، جن سے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا یہ اُن سے راضی نہیں ہوئے۔

قرآنِ حکیم و احادیثِ مبارکہ کے مقابلہ میں تاریخ کا مقام

علماء اسلام نے فنِ تاریخ کی جو خدمتیں کی ہیں وہ اس کی اسلامی اہمیت کی شاہد

ہیں (اور مسلمان ہی درحقیقت اس فن کو باقاعدہ فن بنانے والے ہیں) مگر ہر فن کا ایک مقام اور درجہ ہوتا ہے، فنِ تاریخ کا یہ درجہ نہیں کہ صحابہ کرامؓ کی ذوات و شخصیات کو قرآن و سنت کی نصوص سے صرفِ نظر کر کے صرف تاریخی روایات کے آئینہ میں دیکھا جائے اور اس پر عقیدہ کی بنیاد رکھی جائے جس طرح فنِ طب کی کتابوں سے اشیاء کے حلال حرام یا پاک ناپاک ہونے کے مسائل و احکام ثابت کئے نہیں جا سکتے اگرچہ طب کی یہ کتابیں اکابر علماء ہی کی تصنیف ہوں۔

تاریخی حیثیت کا کمزور پہلو

فتنوں اور ہنگاموں کے حالات اور ان میں مشہور ہونے والی روایات کا جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ شہر میں کسی جگہ کوئی ہنگامہ پیش آجائے تو اسی زمانے اور اسی شہر کے رہنے والے بڑے بڑے ثقہ لوگوں کی روایتوں کا بھروسہ نہیں رہتا، کیونکہ جس شخص سے انہوں نے سنا تھا اس کو ثقہ و معتمد سمجھ کر اس کی روایت بیان کر دی مگر ہوتا یہ ہے کہ اس معتمد نے بھی خود واقعہ دیکھا نہیں کسی دوسرے سے سنا اور یوں روایت در روایت ہو کر ایک بالکل بے سروپا افواہ ایک معتمد علیہ روایت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

مشاجراتِ صحابہؓ کا معاملہ اس سے الگ کیسے ہو جاتا جب کہ اس میں سبائی تحریک کے نمائندوں اور روافض و خوارج کی سازشوں کا بڑا دخل تھا۔

اس لیے اسلامی تاریخ جن کو اکابر علماء محدثین اور دوسرے ثقہ و معتبر حضرات نے

جمع فرمایا اور اصول تاریخ کے مطابق ہر طرح کی روایات جو کسی واقعہ سے متعلق ان کو پہنچی، تاریخی دیانت کے اصول پر سب کو بے کم و کاست درج کر دیا۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ روایات کا مجموعہ کس درجہ قابلِ اعتبار ہو سکتا ہے، عام دنیا کے واقعات و حالات میں جو تاریخی روایات جمع کی جاتی ہیں ان میں اس طرح کے خطرات عموماً نہیں ہوتے اس لیے کتب تاریخ کا وہ حصّہ جو مشاجراتِ صحابہؓ سے متعلق ہے خواہ اس کے لکھنے والے کتنے بڑے ثقہ اور معتمد علماء ہوں، اُن کے اعتبار کا وہ درجہ بھی ہرگز باقی نہیں رہتا جو عام تاریخی واقعات کا ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصری تابعیؒ کا ارشادِ گرامی

حضرت حسن بصریؒ نے ان معاملات میں جو کچھ فرمایا اگر غور کرو تو اس کے سوا کوئی دوسری بات کہنے اور سننے کے قابل نہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے قتالِ صحابہؓ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا

"اس قتال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ حاضر تھے اور ہم غائب، وہ لوگ حالات و واقعات اور اس وقت کی مقتضیاتِ شرعیہ سے واقف تھے ہم ناواقف، اس لیے جس چیز پر اُن کا اتفاق ہوا اس میں ہم نے ان کی پیروی کی اور جس چیز پر اُن کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف اور

سکوت اختیار کیا۔

حضرت محاسبی اسی قول کو نقل کر کے حضرت حسن کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ ان حضرات نے اجتہاد کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے طالب تھے کیونکہ دین کے معاملہ میں یہ لوگ متہم نہیں تھے۔

معلوم شد

ضمیمہ کتاب "مودودی صاحب اور تخریب اسلام"

از شیخ الحدیث حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

اشرف المدارس ناظم آباد ۴ کراچی)

ہم مذہب مودودی کے عنوان کے تحت خود مودودی صاحب کا اعتراف پیش کر چکے ہیں کہ ان کا اہلِ سنت کے مختلف طبقوں میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں، اس پر ہمیں حیرت کے ساتھ یہ تلاش بھی تھی کہ آخر مودودی صاحب کا مذہب کیا ہے؟

چنانچہ ذرا کھوج لگانے سے معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب الحاد، تشیع اور اعتزال سے مرکب ہے، آپ نے اپنی خود نوشت سوانح میں نیاز فتحپوری سے استفادہ کا

اعتراف کیا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ یہ شخص دہریہ اور ملحد تھا۔ آپ کے شیعہ ہونے کا ثبوت ہم عنوان "غور طلب" کے تحت لکھ چکے ہیں، علاوہ ازیں آپ کا تعلق امروہہ کے شیعہ خاندان کے ساتھ معروف ہے اور حیدرآباد دکن میں جو صاحب آپ کے کفیل اور سرپرست تھے وہ بھی شیعہ تھے، باقی رہا اعتزال وسو اہلسنّت کی تمام جماعتیں اس پر متفق ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں، ہر انسان یا مسلمان ہوگا یا کافر۔ اہل سنت کے خلاف صرف معتزلہ اس کے قائل ہیں کہ انسان ایمان اور کفر کے درمیان معلق بھی ہو سکتا ہے، بعینہ یہی عقیدہ مودودی صاحب کا بھی ہے، چنانچہ عام کفار کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی کافر کو اسلام کی تبلیغ کی جائے پھر وہ انکار کرے تو وہ کافر ہے ورنہ عام کفار نہ مسلمان ہیں اور نہ کافر ہیں، اسی طرح عام مسلمانوں سے متعلق مودودی مذہب بھی یہی ہے کہ جو شخص دلائل پر غور کرکے ایمان لائے وہ مسلمان ہے ورنہ عام مسلمان نہ مسلمان ہیں نہ کافر، بلکہ ایمان اور کفر کے درمیان معلق ہیں، نماز وغیرہ ارکان اسلام کے تارک کے بارے میں بھی خطبات میں بار بار یہی فرماتے ہیں کہ مسلمان نہیں مگر کافر بھی نہیں کہتے، مودودی صاحب نے لاہوری مرزائیوں کو بھی ایمان اور کفر کے درمیان لٹکا رکھا ہے جب کہ تمام اہلِ سنّت کے علاوہ اہل بدعت اور شیعہ تک بھی ان کے کفر پر متفق ہیں۔ مودودی صاحب کی تحریر کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مودودی صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ یہ اہل سنت ہیں یا معتزلی؟

[illegible]

فون نمبر ٢٥٠٤

جماعت اسلامی پاکستان

حوالہ 227

تاریخ 29.1.68

٥-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے۔ یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل براءت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جا سکے، نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

خاکسار

[illegible]

معاون خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے

ابوالاعلیٰ

(عکس کی اصل عبارت)

آپ کا خط ملا، مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جا سکے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

خاکسار غلام علی

معاون خصوصی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

جماعت اسلامی کے افراد کے لیے لمحۂ فکریہ

(۱) کیا جماعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی حضرات صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے متعلق آپ کو یہ بدظنی تھی جو اب ہے؟

(۲) علماء امت کے بارے میں جو بدگمانی آپ کو اب ہے کیا وہ جماعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی تھی؟

(۳) کیا آپ جماعت اسلامی کے سوا مسلمانوں کے ہر مسلک کو پہلے بھی غلط سمجھتے تھے؟

(۴) اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہوگا تو انصاف سے بتائیے کہ کیا

جماعت اسلامی عام مسلمانوں سے الگ ایک نیا مستقل مذہب نہیں جس کا پہلے وجود نہ تھا؟ اور کیا آپ خود بھی اپنے کو عام مسلمانوں سے الگ نہیں سمجھ رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر نئے مذہب کے فتنے سے محفوظ رکھے اور اپنے قدیم دین پر قائم رکھے، آمین ثم آمین

(مفتی) رشید احمد عفا اللہ عنہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ

یہ رسالہ طباعت کے لیے (پریس) جا ہی رہا تھا کہ مفتی شاہد صاحب نے کراچی سے مفتی رشید احمد صاحب کا حسب ذیل مضمون رسالہ میں شامل کرنے کے لیے بھیجا۔

مودودی صاحب شیعہ رہنماؤں کی نظر میں!

اس سے متعلق ہم اوپر بعنوان "غور طلب" کے تحت دو حوالے تحریر کر چکے ہیں۔

(۱) تہران میں شیعہ مطابع مودودی صاحب کی کتابوں کے فارسی ترجمے شائع کر رہے ہیں۔

(۲) شیعہ لائبریری واقع ناظم آباد ۲ (کراچی) کے نائب ناظم کی شہادت.....

یہاں مزید چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔

(۳) شیعہ ماہنامہ "پیام عمل" لاہور دسمبر ۱۹۶۳ء میں عنوان "کیا صحابہ معیار حق ہیں؟" کے تحت دستور جماعت اسلامی کی وہ دفعہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیار حق نہ ہونے کا بیان ہے پیش کر کے لکھا ہے "یہی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے۔" (پیام عمل ص۱۱)

(۴) عنوان "صحابہ مرجع نہیں" کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق

مودودی صاحب کی ایک عبارت ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء سے نقل کر کے لکھا ہے:۔ "پھر شیعہ قابل گردن زدنی کیوں سمجھے جاتے ہیں؟" (پیامِ عمل صا۱)

(۵) اس کے بعد حدیث "اصحابی کالنجوم..... الخ" سے متعلق مودودی صاحب کی تحقیق مندرجہ "ترجمان القرآن" نومبر ۱۹۶۳ء نقل کر کے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے:۔

"یادش بخیر جناب حافظ علی بہادر خاں صاحب مدیر "دورِ جدید" دہلی کی لاجواب تحقیقی پیشکش "صحابیت" کے بعد مذکورہ تحریر نے "اصحابی کالنجوم" کی قلعی کھول دی ہے خدا کا شکر ہے کہ دونوں حضرات غیر شیعہ ہیں اگر یہی بات کسی شیعہ کے قلم سے لکھی جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا، جوں جوں زمانے میں روشنی بڑھتی جائے گی آلِ محمد علیہم السلام کے پاکیزہ اصول اپنا لوہا منواتے چلے جائیں گے۔" (پیامِ عمل صہ۱۲)

مفتیٔ اعظم پاکستان کی

دردمندانہ گذارش

میں اس وقت اپنی عمر کے آخری ایام مختلف قسم کے امراض اور روز افزوں ضعف کی حالت میں گذار رہا ہوں، زندگی سے دور موت کے قریب ہوں، یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق فاجر بھی توبہ کی طرف لوٹتا ہے، جھوٹا آدمی سچ بولنے لگتا ہے، ضدی آدمی اپنی ضد چھوڑ دیتا ہے ؎

گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا
ان تک اب نالۂ سحر جائے
دلِ مجروح کی صدا ہے یہ
کاش دِل میں تیرے اُتر جائے

اس وقت کسی تصنیف و تالیف کے شوق نے مجھے یہ صفحات نہیں لکھوائے بلکہ اُمتِ مسلمہ کا وہ سویا ہوا فتنہ جس نے اپنے وقت میں ہزاروں لاکھوں کو گمراہ کر دیا تھا۔

اس وقت ملحدین اور مستشرقین کی گہری چال سے اس کو پھر بیدار کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے والے بہت سے فتنوں میں سے ایک اور نئے فتنے کا اضافہ کیا جا رہا ہے، ملحدین اور مستشرقین کی شرارتوں اور اسلام دشمنی

سے ہمارے عوام اور نو تعلیم یافتہ حضرات نہ سہی، مگر اہلِ علم و بصیرت رکھنے والے مسلمان تو کم از کم واقف ہیں، ان کی باتوں سے اتنے متاثر نہیں ہوتے مگر ہمارے ہی مسلمان اہلِ قلم حضرات کی ان کتابوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکتے تھے کہ خود لکھے پڑھے اور اہل اور پختہ ایمان مسلمانوں کے ذہنوں کو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں متزلزل کر دیا اور حدودِ دین و مذہب سے آزاد علومِ قرآن و سنّت سے بے خبر نو تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تو ان حضرات پر اس طرح طعن و تشنیع اور جرح و تنقید ہونے لگی جیسے موجودہ زمانے کے اقتدار پرست لیڈروں پر ہوتی ہے اور یہ گمراہی کا وہ درجہ ہے کہ اس کے بعد قرآن و سنّت، توحید و رسالت اور اصولِ دین سبھی مجروح و ناقابلِ اعتبار ہو جاتے ہیں۔

اس لیے عام مسلمانوں کی اور اپنے نو خیز تعلیم یافتہ طبقے کی اور خود ان حضرات مصنفین کی خیر خواہی اور نصیحت کے جذبے سے یہ صفحات سیاہ کئے ہیں، کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان میں اثر دے اور یہ حضرات میری گذارشات کو خالی الذہن ہو کر پڑھ لیں جواب دہی کی فکر نہ کریں، اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کریں کہ نجاتِ آخرت کا راستہ جمہورِ امت کی راہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔

جس معاملہ میں ان حضرات نے سکوت اور کفِ لسان کو اختیار کیا وہ کسی بزدلی یا خوفِ مخالفت سے نہیں بلکہ عقلِ سلیم اور اصولِ دین کے مطابق سمجھ کر اختیار کیا، ان کے طریق سے الگ ہو کر محققانہ بہادری

دکھانا کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا، اگر اپنی کوئی غلطی واضح ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کا اہتمام کریں اور جتنا ہو سکے سابقہ غلطی کا تدارک کریں، یہ بحثیں اور سوال وجواب کی طمطراق بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور اس کا ثواب یا عذاب باقی رہنے والا ہے۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔

بندۂ ضعیف وناکارہ
(حضرت مفتی اعظم پاکستان) محمد شفیع عفا اللہ عنہ
خادم دار العلوم کراچی

یوم الجمعہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ